دو قرآن
(آخری حصہ)
تحریر
ڈاکٹر غلام جیلانی برق
ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی
منجانب: آپ کا ایک خیر خواہ بھائی
رابطہ کیلئے پتہ
پوسٹ بکس نمبر 81 کراچی 74200
یہ کتاب مفت تقسیم کی گئی

یَوْمُ الْحِسَابْ

یعنی قیامت کے دِن جزاء وسزا کا فیصلہ ہوگا

مُحتاجِ دُعاء

میری والدہ ماجدہ

ذکیہ اِقبال (مرحومہ)

زوجہ شیخ علاؤالدین

اور میرے بھائی

سُہیل اکبر شیخ مرحوم ومغفور کی

اللہ ربُّ العالمین مغفرت فرمائے اور اپنے

جوارِ رحمت میں اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمائے۔

(آمین ثُمَّ آمین)

احسن عباس

(حصہ چہارم)

دو قرآن

ڈاکٹر غلام جیلانی برق

ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی

یہ کتاب ۱۹۴۳ء۔۱۹۴۴ء میں ۱۴ قسطوں میں لاہور کے ایک رسالہ "البیان" میں شائع ہوئی تھی۔ ہم شروع کی ۱۰ اقساط اس سے پہلے آپ کی خدمت میں پیش کر چکے ہیں۔ اب چار اقساط پر مشتمل کتاب کا چوتھا اور آخری حصہ حاضر ہے۔ (البیان)

یہ کتاب مفت تقسیم کی گئی

منجانب

آپ کا ایک خیرخواہ بھائی

رابطہ کیلئے پتہ: پوسٹ بکس نمبر 81

کراچی نمبر 74200

پیش لفظ

اِس اِصلاحی کتابچہ کی غایتِ تالیف اور مقصدِ اشاعت بس یہ ہے کہ اِس کے مُطالعے سے ہر کلمہ گو بھائی بہن کا شعور اُجاگر ہو۔ عُلماء اپنے منصب کے تقاضوں اور ذِمّہ داریوں کا حق ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ اپنے سارے عِباد (بندوں) بالخصوص عُلماء کو قرآنِ حکیم کے ذریعے کائنات کی تخلیق اور اُس کے ذرّے ذرّے کی ماہیئت کے بارے میں دعوت دے رہا ہے کہ وہ اُس کی کائنات اور قُدرت و صنائِع میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے! اللہ تعالیٰ کی قُدرتِ کاملہ و صنائع کا شعور و اِدراک ایسے ہی عُلماء کو ہوگا جنہیں عصرِ حاضر کی جامع اِصطلاح میں سائنٹسٹ کہا جا سکتا ہے۔ جو خالقِ حقیقی، قادرِ مُطلق کی ایک ایک تخلیق، زمینوں آسمانوں کے ہر ہر طبقہ، ایک ایک شے میں کارفرما و آشکار مظاہرِ قُدرت اُن کے مُختلف رنگوں حتّٰی کہ ہر خِطّہ ہر قوم کی زبانوں (السِنہ) میں بھی غور و فکر کرے، حقیقی جائزہ لے تو یقیناً حیران و ششدر اور عاجز ہو کر ہر عالِم یہ کہہ اُٹھے گا کہ وَ اللّٰہُ اَحسنُ الخالِقِین۔

روزانہ کے ۲۴ گھنٹوں میں اَکل و شرب، دُنیاوی لذّتوں سے بھرپور اِستفادہ اور پھر چھ آٹھ گھنٹوں تک چادر تان کر تھکن اُتارنے، سکون حاصل کرنے کے لئے نیند کے جھولے میں ہلکورے لیتے رہیں تو ساری زندگی، روزانہ اِنسانوں کے اِس "ایکشن ری پلے" اور اَعمال کی پُرسش سے بے نیاز جانوروں کے معمولات میں فرق کیا ہے؟

عارضی حیاتِ دُنیاوی میں اِرادی، غیر اِرادی سرزد اَعمال، قبر، حشر، پُرسِشِ اَعمال جنّت و دوزخ کے بارے میں علم رکھنے کے باوجود لاپرواہی، بے خوفی، حقوق اللہ اور حقوق العِباد کی ادائیگی و اِہتمام سے بے نیازی آخر کب تک!

طِفل ہو، جوان ہو کہ بوڑھا اُن کی عُمر کا لحاظ کئے بغیر اللہ کے حُکم کے مُطابق موت کا فرشتہ سانس کی ڈور کو اچانک توڑ کر پھینک دے گا۔ لِلّٰہ عاجزانہ اِلتماس اور خواہش ہے کہ ہر کلمہ گو بھائی، بہن جہنّم کا اِیندھن بننے سے بچیں اور جنّت کے مُستحق بن جائیں۔ وَمَا عَلَینا اِلّا البلاغ۔

خیر اندیش

احسن عبّاس

3 مارچ 2003ء

فہرستِ مضامین

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ۝۶۱ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۣ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ۝۶۲

(سورۃ الانعام - آیت ۶۱ تا ۶۲)

ترجمہ

کائنات پر اُس کی مشیتِ قاہرہ کی حکمرانی ہے اور اُس نے تم پر محافظ مقرر کر رکھے ہیں جو ترکیبِ عناصر کی حفاظت کرتے ہیں اور یہ حفاظت بغیر کسی کوتاہی کے موت یعنی تحلیلِ عناصر تک جاری رہتی ہے اُس کے بعد لوگ اللہ تک پہنچ جاتے ہیں کائنات پر اُسی کی حکمرانی ہے اور وہ بہت بڑا احسابی ہے۔

مُتفرّق آیاتِ طبیعی کی تفسیر

اِس کتاب کے آغاز میں ذِکر ہو چکا ہے کہ قرآنِ حکیم میں آیاتِ کونیہ کی تعداد ۷۵۶ تک جا پہنچتی ہے۔ جن میں سے بعض کی تفسیر گزشتہ صفحات میں ہو چکی ہے اور بعض باقی ہیں۔ اوراقِ آئندہ میں چند ایسی آیات کے معارِف بیان ہوں گے اور عمداً اِختصار سے کام لیا جائے گا تاکہ ضخامت نہ بڑھ جائے۔

① اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(سُورۃُ الفاتحہ۔ آیت ۱)

اِس آیت کی تفسیر مُختلف مُقامات پر ہو چکی ہے۔ یہاں صرف اِتنا عرض کرنا ہے کہ عرب قبائل کے باہمی تعلّقات پر مدح و ذم کا بہت گہرا اثر پڑا کرتا تھا۔ شُعرائے عرب نے بعض قبائل کی تعریف کی تو وہ صدیوں اِینٹھتے رہے اور بعض دیگر کی مُذمّت کی تو وہ ہمیشہ کے لئے ذلیل ہو گئے۔ ایک شاعر ایک قوم کے مُتعلّق کہتا ہے:

وَلَوْ اِنِّیْ بَلِیْتُ بِھَاشِمِیّ
خُؤُولَتُهُ بَنُوْ عَبْدِ الْمَدَانِ
لِھَانَ عَلٰی مَا اَلْقٰی وَلٰکِنْ
تَعَالُوْا اِنَّا نَظَرُوْا مَنْ اِبْتَلَانِیْ

(اگر میرا مُقابلہ کسی ایسے ہاشمی سے ہوتا جس کے ماموں عبدالمدان کے بیٹے ہوتے تو مجھے یہ مُصیبت سہل معلوم ہوتی، لیکن آؤ دیکھو میرا مُقابلہ کیسے ذلیل اِنسانوں سے آپڑا ہے)۔

ایک شاعر بنی اَنف کے مُتعلّق کہتا ہے:

قَــوۡمُهُــمۡ الۡاَنَفۡ وَالۡاَذۡنَــابِ غَيۡـرُهُـمۡ

وَمَــنۡ يّسُــوسِىۡ بِـــاَنَفِ النَّـــاقَّةِ الـذَّنۡبَـا

(یہ قوم دُنیا کی ناک ہے اور باقی قبائل پونچھ بھلا پونچھ کو ناک سے کیا نسبت ہو سکتی ہے)

مدح وذم کے علاوہ بعض شعراء طلبِ زر کے لئے اُمراء کے دربار میں مُبالغہ آمیز قصائد پڑھا کرتے تھے۔ جب مُغیرہ بن شعبہ ایران کے رئیسُ الافواج رُستم کے دربار میں جاتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ لوگ جُھک جُھک کر کورنش بجا لا رہے ہیں۔ سجدے ہو رہے ہیں۔ آستانوں کو چُوما جا رہا ہے اور قبلۂ عالم، اعلیٰ حضرت، حضورِ اعلیٰ و ربُّ النّاس وغیرہ کے اَلقاب معمولی اُمراء کو دیئے جا رہے ہیں تو مُغیرہ حیران ہو کر کہتا ہے:

مَــا اَرٰىٓ قَــومــاً اَسۡـفَــهِ اَحۡلَامًـا مِنۡكُمۡ اَنَـا
مَــعۡشَــرُ الۡـعَــرَبِ لَا يَسۡـتَـعۡـبِـدُ بَـعۡـضُـنَــا
بَـعۡـضــا وَاِنِّــى رَاَيۡـتُ اَنَّ بَـعۡـضَـكُـمۡ اَرۡبَابُ
بَـعۡـضٍ وَاَنَّ هٰـذَا الۡاَمۡـرَ لَا يَسۡتَقِيۡمُ فِيۡكُمۡ

(میں نے کوئی دُوسری قوم تم سے زیادہ احمق نہیں دیکھی ہم اہلِ عرب ایک دُوسرے کو خدا نہیں سمجھتے اور تم میں سے بعض بعض دیگر کی عبادت میں مصروف ہیں اور یہ حرکات تمہارے لئے باعثِ رُسوائی ہیں)

اَلغرض شعرائے عرب کو باہمی فتنہ انگیزی سے روکنے اور ملّتِ اسلامیہ کو خُوشامد اور چاپلُوسی کی لعنت سے آزاد کرنے کے لئے حکم دیا گیا ہے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ یعنی تمام ستائشوں کا مُستحق صرف دُنیا کا پروردگار ہے اور بس۔ غور فرمائیے کہ اس ایک جُملے سے کس قدر مُفاسد تھم گئے ہوں گے اور شعرائے عرب کا

دِماغ اِنسان پرستیوں کی اُلجھنوں سے آزاد ہو کر الٰہی حمد و ثنا کے ترانے کس وجد و مستی میں تصنیف کرتا ہو گا نیز تمام قوم کو کس بُلند اِخلاقی کا سبق دِیا گیا کہ جو کچھ کسی کو مِلا ہے خواہ وہ بلاواسطہ ہو مثلاً روشنی، ہوا اور معادِن وغیرہ یا بالواسطہ مثلاً علم، مُلازمت، اِنعام، تحائف وغیرہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔

گرچہ تیر از کماں ہمے گزرد
از کمالِ دارِ بیند اہلِ خرد
(سعدیؒ)

یہ کمان دار اللہ ہے اور یہ وسائط و وسائل محض کمان کی حیثیت رکھتے ہیں، اِس لئے ہر رنگ میں صرف اللہ ہی قابلِ تعریف ہے۔

② وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

(سورۃ البقرہ۔آیت ۳۰)

اور (وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب تمہارے پروردِگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں (اپنا) نائب بنانا چاہتا ہوں اُنہوں نے کہا کیا تُو اِس میں ایسے شخص کو نائب بنانا چاہتا ہے جو خرابیاں کرے اور کُشت و خُون کرتا پھرے اور ہم تیری تعریف کے ساتھ تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں (اللہ نے) فرمایا میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تُم نہیں جانتے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملائکہ کیا ہیں؟

جواب: اِنسان میں آب و ہوا اور خاک و آتش کی ترکیب سے عقل پیدا ہوئی تو پھر کائنات کو جو اُنہی عناصر سے بنی ہیں عقل سے کیوں محروم سمجھا جائے؟ فلاسفہ

یُونان نے کائنات میں عقولِ عشرہ تسلیم کیے تھے اُنہی عقول کا دُوسرا نام ملائکہ ہے۔

ہم دُنیا میں مُختلف ذِی حیات کی مُختلف انواع دیکھتے ہیں مثلاً کیچوا، مچھلی اور چوپائے۔ چوپاؤں کے مُختلف طبقے مثلاً چُوہا، بِلّی، خرگوش، ہرن، بھیڑیا، ریچھ، چیتا اور شیر۔ اِن سب کے بعد اِنسان کا درجہ آتا ہے۔ کیا زِندگی کی آخری منزل اِنسان ہے اور بس؟ کیا ہم اِنسان کے بعد ایک غیر مرئی مخلوق یعنی ملائکہ کا وُجود فرض نہیں کر سکتے؟

پتھر میں شہوت، غضب، عقل وغیرہ کچھ بھی موجُود نہیں۔ حیوان میں شہوت و غضب تو ہیں لیکن عقل ندارد۔ اِنسانوں میں تینوں موجُود ہیں۔ تو کیا ہم ایک ایسی مخلوق فرض نہیں کر سکتے جس میں عقل تو موجُود ہو لیکن شہوت و غضب نہ ہو۔

اِنسانی دُنیا کے مختلف شعبوں پر مُختلف اِنسان بطورِ نگران مُتعیّن ہیں۔ کوئی جج ہے کوئی کمان دار اور کوئی گورنر۔ کیا کائنات کے مُختلف شعبوں مثلاً ابر و باد وغیرہ پر چھوٹے چھوٹے نگران مُتعیّن نہیں۔ جنہیں وید کی زبان میں دیوتا اور قرآن کی اِصطلاح میں فرِشتہ کہا جاتا ہے۔

③ مُحکمات و مُتشابہات

قُرآنِ حکیم میں آیات کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں۔ مُحکمات و مُتشابہات۔ آیئے دیکھیں کہ اِن اِصطلاحات کا مفہُوم کیا ہے؟

مُحکمات

اِس کا ماخذ "حکم" ہے۔ "حکم" کے مُختلف مُشتقات یہ ہیں:

① حَکَمَ حکماً: قضٰی و فصَلَ یعنی اُس نے فیصلہ کیا یا تفصیل پیش کی۔

② اَحکَمَ: اتقن یعنی دلائل سے ثابت کیا یا مضبُوط بنایا۔

③ تحکّم: تصرّف وَفقَ مشیئتہٖ اپنی خُواہش کے مُطابق ردّ و بدل کر دیا۔

④ اَلْحِکْمَةُ : عدل۔علم۔فلسفہ۔

⑤ اَلْحَکُوْمَتہ : الرِّیَاسَةُ (اَلْمُنْجِدُ)

اِس لغوی تحقیق کی روشنی میں "مُحکمات" سے مُراد وہ آیات ہوں گی جو دلائل سے ثابت شُدہ ہوں۔ مُفصّل ہوں جن میں اللہ نے اپنی مشیّت کی تفصیل پیش کی ہو جن میں علم فلسفہ اور عدل ہو اور جن پر عمل کرنے کا لازمی نتیجہ تمکّن فِی الْاَرْضِ ہو۔

مِثالیں

اللہ نے بار بار فرمایا ہے کہ قانون شکن اور مجرم اقوام دُنیا میں زِندہ نہیں رہ سکتیں اور اِس سِلسلے میں فرعون و نمرود، عاد و ثمود اور چند دیگر تباہ شُدہ اقوام کا مُتعدد مرتبہ ذِکر کیا گیا ہے۔ حکومتِ ارضی نیابتِ الٰہیہ کا دُوسرا نام ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ ایک بداخلاق قوم کو کبھی اپنا نائب نہیں بناتا۔

عُلمائے مغرب نے صدیوں کی تلاش و تحقیق کے بعد یہ اِعلان کیا ہے کہ ارض و سماء کی آفرینش سے پہلے فضا میں صرف دُھواں تھا یعنی مُختلف عناصر غبار و دُخان کی صُورت میں ہر سُو اُڑ رہے تھے۔ پھر اللہ نے چاہا کہ ذرات شمس و قمر اور ارض و مُشتری کی صُورت اختیار کر لیں۔ چُنانچہ وہ سیارے بن کر اپنے اپنے مداروں میں گھُومنے لگے۔ عُلمائے مغرب کے یہ نتائج قرآن کی حقانیّت کی تصدیق کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِىَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ⑪

(سُورۃ حٰم السجدہ۔ آیت ۱۱)

پھر اللہ نے تخلیقِ سماء کا اِرادہ کیا۔ اُس وقت کائنات میں صرف دُھواں ہی دُھواں تھا۔ اللہ نے ارض و سماء سے کہا کہ آؤ طوعاً یا کرہاً

اپنا کام شروع کرو ہر دو نے جواب دیا کہ ہم فرمانبردار غلاموں کی طرح حاضر ہیں۔

یہ اور اس قسم کی سینکڑوں دیگر آیات کو علومِ جدیدہ نے آج محکم مفصّل اور مُبرہن بنا دیا ہے۔

مُتشابہات

مُتشابہات کے متعلّق ایک حدیث ملتی ہے جس کا ملخّص یہ ہے کہ متشابہات کی تفصیل اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ لیکن یہ حدیث صحیح نہیں۔ اِس لیے کہ اِنکشافاتِ جدیدہ سینکڑوں ایسی آیات کو محکم بنا چکے ہیں جو کل تک متشابہات تھیں مثلاً فرعون غرق ہوا تو اللہ نے فرمایا:

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ○

(سورۂ یونس۔ آیت ۹۲)

آج ہم تیرے بدن کو بچا کر رکھیں گے تاکہ تو آنے والی نسلوں کے لیے ایک سبق بن جائے۔

تیرہ سو برس تک ہمارے مفسّرین حیران رہے کہ یہ ''بدن کے بچانے'' کا مطلب کیا ہے۔ اِس صدی کے رُبعِ اوّل میں جب فرعون کی لاش برآمد ہوئی تو یہ متشابہ آیت بھی محکمات میں داخل ہو گئی۔

لغوی لحاظ سے متشابہ کے معنی ہیں:

اِشتبه : خفِيَ، والتبس. شکّ (مخفی۔ مشکوک اور غیر یقینی ہونا)

شَبَهَ : اَشکَلَ (مُشکِل ہونا)

نہ صرف قرآن میں بلکہ اِس کائنات میں بھی لاکھوں حقائق ہماری نگاہوں سے مخفی (متشابہ) ہیں۔ آج سے سو سال پہلے کسے معلوم تھا کہ ایتھر کیا ہے۔

رنگ کی حقیقت کیا ہے۔ عناصر کی تعداد کتنی ہے۔ ستارے کتنے ہیں اور اُن کی گزرگاہوں کی کیفیت کیا ہے یہ سب سربستہ راز تھے۔ بہ دیگر الفاظ یہ متشابہات تھے جنہیں اِنسانی تحقیق و جستجو نے محکم بنادیا۔

عُلمائے مغرب نے کہا، فضا میں کروڑوں شاہراہیں موجود ہیں جن پر یہ کروڑوں آفتاب ومہتاب سرگرمِ سفر ہیں۔ اللہ نے فرمایا:

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝

(سُورۃ الذاریات۔ آیت ۷)

اُن بلندیوں کی قسم جن میں شاہراہوں کا ایک جال بچھا ہُوا ہے۔

حکمائے فرنگ نے کہا، اِس زمین پر ایک ایسا زمانہ گزر چکا ہے جب اِس میں پہاڑوں کا سلسلہ موجود نہ تھا۔ یہ کم و بیش دس ہزار فٹ گہرے پانی میں ازسرتاپا ڈوبی ہُوئی تھی اور ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ ۝

(سُورہ ہُود۔ آیت ۷)

ایک ایسا وقت گزر چکا ہے کہ اللہ کا تخت صرف پانی پر بچھا ہُوا تھا۔

طبیعین یورپ نے کہا کہ پودوں میں بعض نر ہوتے ہیں اور بعض مادہ۔ نرومادہ میں سے کسی ایک کو ختم کردیا جائے تو نباتات کی نشوونما رُک جائے اور ساتھ ہی زندگی کا بھی خاتمہ ہوجائے اور اللہ نے اِعلان کیا:

فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝۱۰

(سُورہ لقمٰن۔ آیت ۱۰)

زمین نرومادہ کے مکمل جوڑے پیدا کرتی ہے۔

سرجیمز جینز فرماتے ہیں کہ فلکیات میں مکمل چالیس برس تک غور کرنے

کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جس طرح ایک مصنف کو سمجھنے کے لیے اُس کی کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے اسی طرح اللہ کو سمجھنے کے لیے اُس کی کتاب یعنی صحیفہ فطرت میں غور لازمی ہے۔ ہم اللہ کی محیر العقول صناعیوں میں جوں جوں غور کرتے ہیں، اُس کی عظمت و حکمت سے پردے اُٹھتے جاتے ہیں۔ وہ اُفقِ نگاہ کے قریب آتا معلوم ہوتا ہے۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی۔ اور جب زیادہ قریب آجاتا ہے تو قلب و نظر اُس کی بے کراں عظمتوں کے سامنے سربسجود ہو جاتے ہیں۔ ہمالہ دُور سے ایک ٹیلہ معلوم ہوتا ہے لیکن وہ قریب سے شیروں کے کلیجے دھڑکا دیتا ہے۔ جہالت وہ مسافت ہے جو خدا و انسان میں حائل ہو تو خدا چھوٹا دکھائی دیتا ہے اور علم وہ زردبان ہے جو ہمیں جوارِ قدس میں پہنچا دیتا ہے۔ قریب پہنچ کر ہم اللہ کی عظمت و جلال سے سہم جاتے ہیں۔ بادیگر الفاظ اللہ سے ڈرنے کا امتیاز ایک صاحب علم کو ہو سکتا ہے یہ تو تھا سر جیمز کا خیال۔ اب ذرا اللہ کا فرمان ملاحظہ فرمایئے:

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ﴿٢٧﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ

(سورہ فاطر۔ آیت ۲۷ تا ۲۸)

اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ رنگوں کے قطعات ہیں اور (بعض) کالے سیاہ ہیں۔ انسانوں اور جانوروں اور چارپایوں کے بھی کئی طرح کے رنگ ہیں، اللہ سے تو اُس کے بندوں میں سے وُہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں۔ بے شک اللہ غالب (اور) بخشنے والا ہے۔

ان تفاصیل کا ملخص یہ ہے کہ قرآن کی سینکڑوں آیات آج سے سو سال پہلے متشابہ تھیں لیکن اب وہ محکم بن چکی ہیں۔ متشابہات دراصل وہ سربستہ حقائق

ہیں جن کو صرف علم بے حجاب کر سکتا ہے "علم" سے مُراد مُلا کا علم نہیں کہ وہ صرف ڈھیلے حلوے اور مُرغے تک محدود ہے بلکہ فطرت کا وہ بے پناہ علم ہے جس کے انتہائی اِدارے صرف زمینِ فرنگ میں ملتے ہیں۔

ہر چند کہ انکشافاتِ تازہ نے بعض آیات کو حل کر دیا ہے لیکن اِس قرآنِ عظیم میں سینکڑوں ایسی آیات موجود ہیں جو ہنوز راز ہیں اور نہ جانے کب تک رہیں گی مثلاً:

یَخْلُقُكُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۝

اللہ نے تمہیں ماؤں کے بطن سے پیدا کیا۔ یہ ایک تخلیق تھی۔ ایک اور تخلیق کے بعد تین اندھیروں میں۔

(سُورۃ الزُّمر۔ آیت ۶)

تکوینِ جنین پر مشرق و مغرب کا سارا لٹریچر پڑھ جایئے۔ خط کشیدہ حِصص کی تفسیر کہیں نہیں ملے گی۔ امریکہ سے حال ہی میں میرے ایک دوست واپس آئے ہیں جنہیں حیاتیات سے بہت دلچسپی ہے وہ کہہ رہے تھے کہ امریکہ میں ایک ماہرِ حیات نے اِس حقیقت کو پالیا ہے کہ جو خلیے جنین کی تعمیر کرتے ہیں وہ تین حصّوں میں بٹ جاتے ہیں۔ ایک حِصّہ کمر تک، دُوسرا کمر سے گردن تک اور تیسرا سر تیّار کرتا ہے۔ اِن تینوں گروہوں کے درمیان دیواریں (Layers) حائل کر دی جاتی ہیں۔ مُمکن ہے کہ تین اندھیروں سے مُراد یہ تین دیواریں ہوں۔

اِسی طرح "سبع سموات" ایک راز ہے محققینِ مغرب نے تاحال خلاء میں صرف تین ایسی شفّاف دیواریں دریافت کی ہیں جن میں سے ایک بجلی کی

لہروں کو، دُوسری آواز کو اور تیسری وائلٹ شعاعوں کے اس زہریلے سیلاب کو روکتی ہے جو یہاں سے چند سو میل اُوپر آتش فشاں پہاڑوں کے لاوے کی طرح کھول رہا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اِس شفاف دیوار میں کوئی شگاف کر دے تو سطحِ زمین سے زندگی صرف ایک لمحے میں ختم ہو جائے۔

یہ راز کب حل ہوں گے۔ کوئی نہیں جانتا۔ علم بڑھ رہا ہے۔ ہر روز تازہ انکشافات ہو رہے ہیں اور ایک ایسا زمانہ آ کر رہے گا جب قرآنِ عظیم کی تمام مُتشابہات محکمات میں بدل جائیں گی۔

جو آیات ہمیں اِس وقت مُتشابہات معلوم ہوتی ہیں وہ ہماری کم علمی کی وجہ سے راز بنی ہوئی ہیں۔ جس طرح ایک ادیب کے لئے ریاضی کے انتہائی فارمولے اور ایک مُلّا کے لئے موسیقی کا زیر و بم مُتشابہات میں سے ہیں اور ایک ریاضی دان یا مُغنّی کے لئے وہ محکمات ہیں، اِسی طرح قرآنِ عظیم کے بعض حقائق ہمارے لئے مُتشابہات ہیں۔ ورنہ دراصل وہ ایسے محکمات ہیں جنہیں علم کی نگہ رسا کسی نہ کسی وقت دیکھ ہی لے گی۔

كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ﴿۱﴾

دراصل قرآن کی آیات وہ حقائق ثابتہ (محکمات) ہیں جن کی تفصیل ربِ حکمت و دانش کے پاس موجود ہے۔

(سُورۃ ہُود۔ آیت ۱)

اُمُّ الکتاب کی تشریح

بطلیموس کا نظامِ فلکی غلط تھا یا صحیح، ہم نہیں جانتے۔ البتہ اِتنا کہہ سکتے ہیں کہ

وہ اُن تمام نظاموں کی ماں تھا جو بعد میں مُرتّب ہُوئے۔ آج ڈاروِن[1] کے نظریۂ اِرتقاء میں کافی ردّ و بدل کیا جا چُکا ہے لیکن یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ اُس کا نظریہ دِیگر تمام نظریاتِ اِرتقاء کا باوا آدم تھا۔ اگر ڈاروِن یہ اَچھُوتا خیال پیش نہ کرتا تو شاید دِیگر مُحقّقین کی توجہ اَبھی تک اِس مسئلے کی طرف مبذُول ہی نہ ہوتی۔ حکیم ہپرِی ہس نظریۂ سال و ماہ، دیمقراطیس نظریۂ اجزائے لاتجزّیٰ اور ہرکلائیس نظریۂ گردشِ اَرض کا مُفسّرِ اوّل تھا اور اُن کے نظریات اُن اصنافِ عُلوم میں اُمّہات المسائل تھے۔

عِلمی دُنیا سے ذرا اِخلاقی دُنیا میں آیئے اور اِردگرد کے لوگوں سے پُوچھیے کہ کیا واقعی جھُوٹ بولنے اور حرام کھانے سے اَقوام تباہ ہو جاتی ہیں؟ ہر شخص یہی جواب دے گا کہ اَجی حضرت! عقل کے ناخن لیجیے بھلا حرام اور جھُوٹ کا قومی بقا سے کیا تعلّق؟ اُنہیں کون سمجھائے کہ آدم سے لے کر اَب تک دُنیا کی ہزارہا اقوام صِرف اِنہی دو رزائل کی وجہ سے تباہ ہُوئی ہیں۔ یہ دو رزائل اُمّہات القبائح ہیں اور اَپنے جلَو میں بیسیوں دِیگر خبائث لاتی ہیں یا یہ تصوّر کہ اِیمان و عمل سے دُنیا کی سلطنت حاصِل ہوتی ہے نہایت اَنوکھا تصوّر ہے۔ اِن تمام نظریات و تصوّرات کو اللہ نے قرآن میں تفصیلاً پیش فرمایا ہے اور یہ نظریات نہایت بُنیادی، قومی بقا کے لئے لازمی اور بالفاظِ قرآن اُمّ الکِتاب ہیں۔

قرآنِ حکیم میں مندرجہ ذیل نظریاتِ جدیدہ کے متعلّق مُفصّل یا مُجمَل اِشارات مِلتے ہیں:

(۱) نظریۂ اِرتقاء (۲) نظریۂ ذرّات (اِلیکٹرون، ایٹم، مالیکیول)

---

[1] ڈاروِن کا نظریۂ اِرتقاء ایک غیر سائنسی عقیدہ ہے۔ برطانیہ کے ایک مشہور اِرتقاء پسند سائنسدان Lord Solly Zukerman جس نے فوسلز اور انسانی اِرتقاء پر سالہا سال تحقیق کی آخر کار وہ اِس نتیجہ پر پہنچا کہ اِس قسم کا کوئی شجرہ نسب نہیں حقیقت تو یہی ہے کہ اِنسان کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ لہٰذا اِدارہ ڈاروِن کے نظریۂ اِرتقاء کا قائل نہیں اور نہ ہی اِس کی تشہیر ہمارا مقصد ہے۔

③ نظریہ گردشِ ارض ④ نظریہ گردشِ آفتاب

⑤ نظریہ ازدواجِ نباتات ⑥ نظریہ بقائے اصلح

⑦ نظریہ ایتھر ⑧ نظریہ حیات بعد الموت

⑨ نظریہ موت در حیات (یعنی خواب) ⑩ نظریہ مسرّت والم

اور بیسیوں دیگر نظریئے۔ اگر آج ہرشل نے سورج کو متحرک ثابت کیا ہے تو اُس نے کوئی خاص تیر نہیں چلایا۔ اِس لیے کہ اِس نظریہ کا ذِکر قرآن میں موجود تھا۔ یہی حال دیگر محققین کا ہے الہامی صحائف یا قرآن کے ذِکر کردہ مسائل وتصوّرات ہی وہ بنیادیں تھیں جن پر بعد میں علم نے سربفلک تعمیریں اُٹھائیں۔

تاویل

قرآن میں ایمانیات وما بعد الطبیعات کے متعلق بعض ایسی آیات ملتی ہیں جن کی مختلف تاویلیں ہوسکتی ہیں اور اگر تاول کی نیت بخیر نہ ہو تو بڑے بڑے فتنے اُٹھائے جاسکتے ہیں۔ ''خاتم النبیین'' کی غلط تاویل نے آج تک نوّے جھوٹے نبی پیدا کیے ہیں۔

...... آیت لِأُولِي الْأَلْبَابِ ...... کی غیر قرآنی تفسیر سے معتزلوں نے جنم لیا۔ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعاً سے مرجئہ ...... وَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى سے معلومیہ ......وَمَا تَشَاؤُونَ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ سے جبریہ ...... وَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ کی غلط تاویل سے قدریہ پیدا ہوئے اور اِن فرقوں نے ہماری ملی بنیانٌ مرصوص میں کتنے بڑے بڑے شگاف ڈالے۔ مورخ سے پوچھیے۔

ماحصل

سطورِ بالا کا ماحصل یہ ہوا:

1. کہ ارتقائے علم کے ساتھ متشابہات محکمات میں تبدیل ہو رہے ہیں۔
2. کہ قرآن کے بیان کردہ حقائق وہ بنیادیں (اُمّ الکتاب) ہیں جن پر علم نے سر بفلک محل اُٹھائے۔
3. متشابہات میں غلط تاویل کی بھی گنجائش ہوتی ہے اور اُس سے بڑے بڑے فتنے اُٹھائے جا سکتے ہیں۔

اِن تفاصیل کے بعد آیہ ذیل مُلاحظہ فرمایئے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ۚ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

(سورۂ آلِ عمران۔ آیت ۷)

اللہ نے تمہیں ایک ایسی کتاب دی جس کی بعض آیات محکم ہیں اور وُہی اُمّ الکتاب ہیں۔ کچھ متشابہات بھی ہیں جن کی غلط تاویل سے بدنیّت فتنے اُٹھاتے ہیں۔ اِن متشابہات کی صحیح تفسیر یا تو اللہ جانتا ہے اور یا وہ لوگ (جانیں گے یعلم مضارع ہے اور حال و مستقبل دونوں کے لئے استعمال ہو سکتا ہے۔ برق) جو عظیم علم (راسخون فی العلم) کے مالک ہیں۔ یہ لوگ حقائق پر یقین رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سچائیوں کا سرچشمہ اللہ ہے اور حقیقت یہ

ہے کہ محکمات ہوں یا متشابہات اِن سے فائدہ صرف اہلِ دانش ہی اُٹھا سکتے ہیں۔

اِختلافِ لیل ونہار

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّہَارِ وَ الۡفُلۡکِ الَّتِیۡ تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِمَا یَنۡفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡیَا بِہِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا وَ بَثَّ فِیۡہَا مِنۡ کُلِّ دَآبَّۃٍ ۪ وَّ تَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ وَ السَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَیۡنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۶۴﴾

(سُورۃُ البقرۃ۔ آیت ۱۶۴)

بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ایک دُوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اور کشتیوں (اور جہازوں) میں جو دریا میں لوگوں کے فائدے کے لئے رواں ہیں اور مینہہ میں جس کو اللہ آسمان سے برساتا اور اُس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ (یعنی خشک ہوئے پیچھے سرسبز) کر دیتا ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں عقلمندوں کے لئے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔

اِختلافِ لیل ونہار بہت بڑی رحمت ہے۔ سُورج کے قُرب و بُعد سے ایک ہی وقت میں کہیں سردی کہیں گرمی، کہیں بہار اور کہیں برسات ہوتی ہے۔ اگر آپ گرمیوں میں افریقہ کی گرمی سے گھبرا اُٹھیں تو یورپ کے کسی حصّے میں چلے جائیں اور اگر سردیوں میں رُوس کی برف ستائے تو ہندوستان یا آسٹریلیا میں آجائیے۔

اگر دُنیا میں ہمیشہ ایک جیسا موسم رہتا تو تنوّع پسند انسان اِس یک رنگی سے گھبرا اُٹھتا اور اگر سُورج ایک مقام پر ٹھہر جاتا تو بعض ممالک شدّتِ سرما اور بعض دیگر شدّتِ گرما سے ہلاک ہو جاتے۔

وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ

(سُورۃُ المُزمّل۔ آیت ۲۰)

اللہ نے شب و روز کی آمد و رفت ایک خاص انداز سے مُقرّر کر رکھی ہے۔

سیب سردیوں میں اور خربوزہ گرمیوں میں پکتا ہے۔ اگر دُنیا میں ہمیشہ سردی رہتی تو انسان تمام گرمائی غذاؤں اور میووں سے محروم رہ جاتے۔ حرکتِ آفتاب کی وجہ سے تقریباً ہر مقام پر گرمی و سردی کی برابر برابر تقسیم ہوتی رہتی ہے اس لئے ہر جگہ ہر قسم کے میوے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝۵

(سُورۃُ الرّحمٰن۔ آیت ۵)

سُورج اور چاند ایک حساب سے چلتے ہیں۔

آفتاب غروب نہیں ہوتا بلکہ ایک حصۂ ارضی سے مخفی ہو کر ایک اور حصے پر طلوع ہو جاتا ہے اس لئے دُنیا کے کسی نہ کسی حصے پر ہر وقت صُبح کا سُراغ لگایا جا سکتا ہے۔ مدراس کی صُبح چند دقیقوں کے بعد دہلی، پھر پشاور، پھر ایران، پھر عرب، پھر افریقہ اور پھر اوقیانوس کو عبور کر کے امریکہ جا پہنچتی ہے۔ جب مدراس میں شام کے 5:20 ہوں تو اُس وقت میکسیکو میں صُبح کے 5:20 لندن میں دوپہر، شنگھائی میں شام کے 6، 7 اور مصر میں 2، 4 (بعد از دوپہر) کا وقت ہوتا ہے۔ آسٹریلیا میں لوگ محوِ خواب اور اہلِ برلن دوپہر کے کھانے کی تیاریاں کر رہے ہوتے ہیں۔ جب جزائر کیلیفورنیا میں سُورج ڈوب رہا ہو تو مصر میں نکل رہا ہوتا ہے۔ ایک گھنٹہ پہلے خلیجِ فارس، دو گھنٹے پہلے افغانستان، تین گھنٹے پہلے جنوبی

بحرِ ہند، چار گھنٹے پہلے سرحدِ چین، پانچ گھنٹے پہلے وسطِ چین، چھ گھنٹے پہلے دریائے زرد، سات گھنٹے پہلے جاپان، آٹھ گھنٹے پہلے آسٹریلیا، نو گھنٹے پہلے لیڈونیا، دس گھنٹے پہلے جزائرِ ملاجین، گیارہ گھنٹے پہلے جزائرِ سنڈ دلیش اور بارہ گھنٹے پہلے جزائرِ کیلیفورنیا میں طلوع ہو رہا ہوتا ہے۔

یہ موسموں کا تغیر و تبدّل اور اختلافِ لیل و نہار اللہ کی بہت بڑی رحمت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے بس میں ہے کہ وہ ۲۱ جون کے گرم دِن کو دو سال لمبا کر دے یا ۲۱ دسمبر کی ٹھنڈی رات کو چھ سال کے برابر بنا دے۔ جانتے ہو اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟ جون کا لمبا دِن کائنات میں آگ لگا دے گا اور ۲۱ دسمبر کی سرد رات حیوانات و نباتات کی عروق میں خونِ حیات کو منجمد کر دے گی اور ہر دو حالتوں میں زندگی کے آثار کلیتاً مٹ جائیں گے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۝۷۱ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝۷۲ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۷۳

(سُورۃُ القصص۔ آیت ۷۱ تا ۷۳)

غور کرو کہ اگر ہم رات کو قیامت تک لمبا کر دیں تو اللہ کے سوا اور کون تمہیں روشنی کی دولت عطا کر سکے گا۔ کیا تم سنتے نہیں؟ نیز سوچو اگر ہم دِن کا دامن قیامت کے دامن سے باندھ دیں تو کوئی

ہے جو تُمہاری راحت کے لئے رات کا اِنتظام کر سکے؟ کیا تُم دیکھتے نہیں؟ رات اور دِن اللہ کی رحمت ہیں تاکہ تُم رات کو آرام کرو۔ دِن کے وقت اُس کا فضل (علم دولت) ڈھونڈو اور اللہ کا شُکر کرو۔

ہواؤں کا ہیر پھیر

ہواؤں کا سمت بدل بدل کر چلنا بھی اِلٰہی رحمت ہے تاکہ بادلوں کے قافلے دُنیا کے ہر حصّے تک پُہنچائے جا سکیں۔ ہوا بادلوں کی سواری ہے اور اگر کسی وقت ہوائیں تھم جائیں تو بجلی بادلوں کو ہانکتی ہے۔

بعض اوقات ہواؤں کی رفتار ایک سو بیس میل فی گھنٹہ تک پُہنچ جاتی ہے۔ یہ آندھیاں درختوں سے پھل اور جوہڑوں سے مینڈک اُڑا کر بعض دیگر خطّوں پر جا برساتی ہیں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ آسمان سے پھل یا مینڈک برس رہے ہیں۔

بادل زمین سے سولہ ہزار فُٹ کی بُلندی پر ہوتا ہے۔ اگر زیادہ قریب ہوتا تو نمی کی وجہ سے ہماری ہر چیز بھیگی رہتی اور اگر بہت دُور ہوتا تو جب اولے برستے تو ہماری چھتوں کو چیر کر نکل جاتے۔ دروازوں اور کھڑکیوں کے پرخچے اُڑ جاتے اور مویشی ہلاک ہو جاتے۔ (قانونِ اُفتاد کی تفصیل سُورہ فیل کے ضمن میں آئے گی)۔

علاوہ ازیں اگر بہت دُوری کی وجہ سے بادل ہمیں نظر نہ آتے تو بارش، برف اور اولے ہمیں اچانک آ لیتے۔ زمیندار کی شش ماہہ محنت کھلیان ہی برباد ہو جاتی اور انسانی دُنیا کو بہت نقصان پُہنچتا۔

اگر تمام حصصِ عالم پر مساوی بارش ہوتی تو ہر جگہ جنگل اُگ آتے۔ سانپ اور دیگر زہریلے جانوروں کی تعداد بڑھ جاتی۔ رات کو مینڈک کے شور سے لمحہ بھر چین نصیب نہ ہوتا بہت زیادہ سرسبزی کی وجہ سے انسان مناظرِ کائنات سے متنفر ہو جاتا۔ کاشت کی زمین ریگستان بن جاتی۔ ہر طرف ندی نالوں کی وجہ سے وسائل آمدورفت مخدوش ہو جاتے۔ دنوں کا سفر مہینوں میں کٹتا اور یہ زمین نمونۂ جہنم بن جاتی۔ دراصل یہ ہواؤں کی گردش اور بادلوں کا ہرجائی پن اللہ کی بہت بڑی رحمت ہے۔

وَّتَصۡرِيۡفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَيۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۶۴﴾

(سورۃ البقرۃ۔ آیت ۱۶۴)

ہواؤں کے رُخ بدلنے اور زمین و آسمان کے درمیان معلق بادلوں میں اربابِ دانش کے لئے کچھ اسباق موجود ہیں۔

موت وحیات

جانوروں کی مختلف اقسام ہیں۔ بعض رینگتے ہیں، بعض دوڑتے ہیں اور بعض اُڑتے ہیں۔ یہاں تک کہ انسان کا درجہ آ جاتا ہے۔ پھر انسانوں میں ارذل الناس سے اشرف الرسل تک ہزارہا مدارج ہیں۔ بدیگر الفاظ حیات ارتقاء کے ہزارہا مدارج طے کر چکی ہے تو کیا ایک اور درجہ حیات یعنی آخرت کی تخلیق اللہ کے لئے مشکل ہے؟ ہرگز نہیں۔

وَلَقَدۡ عَلِمۡتُمُ النَّشۡاَةَ الۡاُوۡلٰى فَلَوۡلَا تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۶۲﴾

تم حیات کے ابتدائی مدارج دیکھ چکے ہو کیا اب بھی اللہ کی نیرنگیٔ تخلیق پر تمہیں یقین نہیں آتا؟

(سورۃ الواقعہ۔ آیت ۶۲)

جس طرح بچپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپا افضل ہے اسی طرح موت، حیات کا ایک بلند درجہ ہے، جہاں زندگی ارتقاء کی انتہائی منازل پر جا پہنچے گی۔

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۗ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾

(سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت ۲۱)

غور کرو کہ ہم نے زندگی کے کس قدر مدارج بنا دیے ہیں جو ایک دوسرے سے افضل ہیں پس اسی طرح آخرت بھی زندگی کا ایک بلند اور بہتر درجہ ہے۔

آخرت کیا ہے؟ وہاں زندگی کس رنگ میں جلوہ گر ہوگی اور حیات کون سا پیرہن بدلے گی؟ کوئی نہیں جانتا۔

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۶۰﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾

(سورۃ الواقعہ۔ آیت ۶۰ تا ۶۱)

ہم نے تم پر موت مسلط کر دی اور ہمیں تمہاری صورتوں کے بدلنے اور تمہیں ایک مجہول الکیفیت دنیا میں پیدا کرنے سے کون روک سکتا ہے؟

موت کے بعد کیا ہوگا؟ کسی کو علم نہیں۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ ایک

انسان جس پہلوئے حیات کی تعمیر میں تمام عمر کوشاں رہا ہو، موت کے بعد اُس کی تکمیل ہو جائے گی۔ مثلاً ایک شخص عمر بھر تعمیرِ انسانیت میں مصروف رہا ہو تو مرنے کے بعد اُس کی مساعی جامۂ تکمیل پہن لیں گی اور اگر کوئی فرد تخریبِ انسانیت میں سرگرم رہا ہو تو موت کے بعد اُس تخریب کی تکمیل ہو جائے گی۔ واللہ اعلم۔

کیا زندگی ایک خواب ہے؟

کبھی کبھی مجھے یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ زندگی، زندگی نہیں بلکہ خوابِ زندگی ہے۔ ہماری اصلی زندگی ولادت سے پہلے کہیں سرگرمِ عمل تھی اور مرنے کے بعد پھر مصروفِ عمل ہو جائے گی جس طرح کہ ایک مسافر کو جاتے جاتے نیند آ جاتی ہے اور نیند میں وہ ایک سہانا خواب دیکھنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح چلتے چلتے ہمیں نیند نے آ لیا اور ایک خواب شروع ہو گیا۔ اُسی خواب میں بیدار ہوئے، تعلیم پائی، ملازم ہوئے، پینشن ملی، بڑھاپا آیا، مر گئے اور معاً آنکھ کھل گئی تو معلوم ہوا کہ

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

ہم ہر رات خواب میں دیکھتے ہیں کہ کھا پی رہے ہیں، کھیل رہے ہیں۔ امتحان دے رہے ہیں، پاس ہو کر خوش ہو رہے ہیں، تکالیف پر رو رہے ہیں اور اگر کوئی سانپ پیچھا کر رہا ہے تو شور مچا رہے ہیں لیکن جب صبح کو آنکھ کھلتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ رات کا سارا افسانہ محض خیال و خواب تھا۔ اگر بالفرض ہم چالیس برس تک نہ جاگیں تو اُسی خوابی زندگی ہی کو اصلی زندگی سمجھتے رہیں گے۔ یہاں قدرتاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا زندگی حقیقت ہے یا خواب؟ غالب کہتا ہے:

ہے غیب غیب جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود
ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَلنَّاسُ نِیَامٌ وَاِذَا مَاتُوْا اِنْتَبِهُوْا

لوگ سو رہے ہیں اور مرتے ہی جاگ اُٹھیں گے۔

ہر شب خواب کا ڈرامہ اِس حقیقت کا اِعلان کر رہا ہے کہ اللہ کے ہاں اَجسام کی کمی نہیں۔ ہمارا یہ لحمی و شحمی جسم چارپائی پر پڑا رہتا ہے اور ہماری رُوح ایک خوابی جسم کے محل میں بیٹھ کر سارے جہان کا چکر کاٹتی پھرتی ہے۔ وہ خوابی جسم بھی لذّت و اَلم کی تمام کیفیات سے اُسی طرح متلذّذ و متالّم ہوتا ہے جس طرح یہ جسم۔ تو کیا ممکن نہیں کہ ہماری رُوح مرنے کے بعد فوراً اُسی طرح کے ایک خوابی جسم میں داخل ہو جائے؟ اور ہمارے اعزّہ و احباب خوابی جسموں میں ہمارے ساتھ اُسی طرح موجود ہوں جس طرح ہر شب خواب میں یہاں ساتھ ہوتے ہیں۔ نیند کیا ہے؟ موت و حشر کا ایک ہلکا سا تجربہ۔ اِسی لئے تو اِرشاد ہوتا ہے۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ ○

(سُورۃُ الزُّمر۔ آیت ۴۲)

اللہ موت کے وقت اِنسانوں کی رُوحیں پوری طرح قبض کر لیتا ہے

اور زندوں کو ہر شب نیند میں موت کا نقشہ دِکھاتا ہے۔

اِس مضمون پر کسی صاحب دِل کا شعر مُلاحظہ ہو:

جینے تک ہیں ہوش کے جلوے آگے ہوش کی مستی ہے

موت سے ڈرنا کیا معنی، جب موت بھی جزوِ ہستی ہے

ایک اور بزرگ کا تخیّل دیکھئے:

''زندگی ایک دم کا وقفہ ہے۔'' یعنی آگے چلیں گے دم لے کر۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ دوامِ حیات پر چند انوکھے دلائل دیتے ہیں، فرماتے ہیں:

(۱) جب ہر شام کے بعد صبح آتی ہے تو کیا شامِ موت کی کوئی صبح نہیں؟

(۲) دانہ زمین میں گرتا ہے تو درخت بن کر نکلتا ہے، تو کیا انسان پیوندِ زمین ہونے کے بعد کچھ بھی نہیں بنے گا۔

(۳) نیلگوں آسمان کے یہ شرارے لاکھوں صدیوں سے دمک رہے ہیں، انسان بزمِ کائنات میں آفتاب کی طرح ہے، تو پھر

آفتاب اپنا ہے کمتر ان ستاروں سے بھی کیا؟

(۴) پرندہ اُڑنے سے پہلے پر سمیٹتا ہے، موت پروں کا سمیٹنا ہے تو کیا اس کے بعد پرواز نہیں ہوگی؟

(۵) غنچے کی موت پھول کے لئے پیامِ شگفتگی ہے تو کیا انسان کی موت اُس کی رُوح کے لئے پیامِ بالیدگی نہیں؟

(۶) تم ساحلِ دریا پر محوِ تماشا ہو، مشرق کی طرف سے ایک جہاز آتا ہے اور مغرب کی طرف دُور نیلگوں پانی کی وُسعتوں میں اوجھل ہو جاتا ہے، بس یہی حال انسان کا ہے موت اُسے آنکھوں سے چھپا دیتی ہے لیکن مٹا نہیں سکتی۔

(۷) وہ دیکھو دامنِ کوہ سے ایک چشمہ نیچے گر رہا ہے۔ مقامِ اُفتاد کے پاس قطروں کی ایک دُنیا آباد ہو رہی ہے اور یہی قطرے بہہ کر پھر بڑی ندی میں مل رہے ہیں بس اُسی آبشار کی طرح زندگی ازلی بلندیوں سے نیچے گری، قطروں کی طرح ہزاروں انواعِ حیات منصۂ شہود پر آ گئیں جو کچھ دیر بعد زندگی کی بڑی ندی میں مل گئیں۔ اس ملاپ کا اصطلاحی نام موت ہے لیکن دراصل یہ حقیقی زندگی ہے۔

⑧ ایک موٹر ساز کی یہ پوری کوشش ہوتی ہے کہ اُس کی موٹر مضبوط و پائیدار ہو۔ اللہ انسان ساز ہے تو کیا اُس صنّاع کی یہ کوشش نہ ہو گی کہ اُس کی مصنوعات بھی پائیدار ہوں۔

بارش و موت

جب بارش برستی ہے تو زمین کے قوائے نمو بیدار ہو کر کائنات کو نگارستان بنا دیتے ہیں۔ موت زمینی اجسام پر ایک طرح کی بارش ہے جس سے زندگی زیادہ حسین، زیادہ جاذبِ نظر اور زیادہ دلکش بن جاتی ہے۔

جب بعض اقوام کاہل، عیاش، زر پرست اور حریص بن جاتی ہیں تو موت رحمت بن کر اُن پر برستی ہے اور وہ اقوام زندہ ہو جاتی ہیں۔ بیمار ترکی کو اتحادیوں کی تلوار نے شفا دی۔ بوڑھے رُوس کو جرمنی کی آتش بازی نے جوان بنا دیا اور موجودہ[1] مہیب جنگ کی تباہ کاریاں دُنیا کو حسین بنا دیں گی۔

وَاللّٰهُ الَّذِيٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ⑨

(سورۃ فاطر۔ آیت ۹)

اللہ وہ ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تاکہ وہ بادلوں کو ہانک کر تشنہ مُردہ بستیوں کی طرف لے جائیں تو جس طرح بارش سے مُردہ زمینیں زندہ ہو جاتی ہیں اسی طرح موت بھی تم کو زندہ کر دے گی۔

موت کا ڈر

موت سے تقریباً تمام لوگ ڈرتے ہیں۔ بعض اِس لئے کہ وہ فطرتاً

---

[1] (۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۲ء) (دوسری جنگ عظیم جاری ہے)

بُزدِل ہیں اور وہ اندھیرے سے خواہ وہ رات کا ہو یا قبر کا، ڈرتے ہیں۔ کاش اُنہیں معلوم ہوتا کہ موت ظلمت نہیں بلکہ ایک منوّر دُنیا ہے جہاں چاند کی ہلکی ہلکی کرنیں بہارستانوں میں کھیلتی ہیں، مستیاں ناچتی ہیں اور کیفیتیں مچلتی ہیں۔

بعض اِس لئے موت سے ڈرتے ہیں کہ کہیں جہنّم میں نہ ڈال دیئے جائیں۔ اِس ڈر کا عِلاج یہ ہے کہ نیک بنیں اور بعض اِس لئے زندہ رہنا چاہتے ہیں کہ موجودہ جنگ کا انجام دیکھ لیں یا ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ سُن لیں۔ اِس خیال پر کئی طرح سے قابو پایا جا سکتا ہے۔ اوّل یہ کہ بالکل ممکن[1] ہے کہ مرنے کے بعد بھی ہماری رُوح اِس دُنیا کے حوادث سے باخبر رہے۔ چند ایک احادیث اِس موضوع پر موجود ہیں۔ دوم جب مر چکے تو پھر "مارا چہ ازیں قصّہ کہ گاؤ آمد وخر رفت"۔

سوم ہماری پیدائش سے پہلے دُنیا میں بڑے بڑے سیاسی انقلاب آئے اور ہم موجود نہ تھے۔ ہندوستان پر چندر گپت، بکرماجیت، اشوک اور اکبر جیسے شہنشاہوں نے حکومت کی اور ہم موجود نہ تھے۔ اِسی سرزمین میں رام چندر جی اور کرشن جی نے جنم لیا اور ہم موجود نہ تھے۔ کسی وقت محمود غزنوی یہاں سے طوفان بن کر گزرا تھا اور ہم موجود نہ تھے۔ اگر یہ تمام انقلابات ہماری غیر موجودگی میں ہوئے اور آج ہمیں کوئی افسوس نہیں تو پھر اِس غم میں گھلنا کیا معنٰی کہ ہائے کل جواہر لال نہرو[2] یا محمد علی جناح جمہوریتِ ہند کے صدر ہوں گے اور ہم یہاں موجود نہ ہوں گے۔

بعض لوگ اِس لئے موت سے ڈرتے ہیں کہ وہ بچوں، عزیزوں اور دوستوں کی جُدائی برداشت نہیں کر سکتے۔ اُنہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ موت جُدائی

---

[1] یہ محض مصنّف کا خیال ہے۔ (البیان)   [2] یہ اندازہ آخر صحیح ہی نِکلا۔ (ادارہ)

نہیں ڈال سکتی۔ ہم ہر رات خواب میں رشتہ داروں اور دوستوں سے ملتے ہیں تو کیا یہ ممکن نہیں کہ موت کے بعد بھی احباب و اقارب کے خوابی اجسام ہمارے ساتھ رہیں اگر یہاں خواب میں ملاقات ہو سکتی ہے تو کیا وہاں یہ سلسلہ نہیں ہو سکتا؟

اور بعض اس لئے موت سے گھبراتے ہیں کہ اُن کے بچے چھوٹے اور بے آسرا ہیں اور ان کا ذریعۂ معاش صرف اُن کے والد کی کمائی ہے وہ ڈرتے ہیں کہ اگر موت واقع ہو گئی تو بچے تباہ ہو جائیں گے۔ اُن لوگوں کو یقین ہونا چاہئے کہ اللہ کا ہر عمل انسانی بہتری کے لئے ہوتا ہے۔ اگر اللہ یہ دیکھتے ہوئے کہ بچے بے آسرا ہیں، والد کو اُٹھا لیتا ہے تو یقیناً اس میں بھی کوئی بہتری ہو گی جسے ہماری عقلِ ناقص نہیں سمجھ سکتی۔

علاوہ ازیں ہم خواب میں نئے مُلک دیکھتے ہیں اور نئے نئے انسانوں سے ملتے ہیں اُن میں سے بعض کے ساتھ تعلّقاتِ محبّت بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ جب صبح کو جاگتے ہیں تو اِن تعلّقات کا شائبہ تک موجود نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ یہ زندگی ایک خواب ہو اور جب ہم موت کے بعد جاگیں تو اِس عالَم کے تعلّقات کا خیال تک وہاں باقی نہ ہو۔

خواب میں انسان اپنے اصلی رشتہ داروں کو بھول جاتا ہے، ممکن ہے ہم زندگی کے حقیقی رشتہ داروں کو اِس وقت بھولے ہوئے ہوں اور جب موت کے بعد جاگ اُٹھیں تو پھر اِن اقرباء سے ملاقات ہو جائے جنہیں ہم ولادت کے وقت چھوڑ آئے تھے۔

بہرحال زندگیِ مابعدُ الموت کے حقیقی خدوخال سے ہم نا آشنا ہیں اور قرآنِ حکیم نے بھی جہاں حیاتِ شہداء کا ذکر کیا ہے وہاں اِس دُنیا کی کیفیت ہم

سے پنہاں رکھنے کی کوشش کی ہے۔

بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

(سُوْرَۃُ البقرۃ۔ آیت ۱۵۴)

اللہ کی راہ میں جان دینے والے زندہ رہتے ہیں لیکن تم اُس زندگی کی کیفیت سے ناآشنا ہو۔

بہر حال موت رحمت ہے

اِس لیے کہ:

(الف) اِس سے اقوام زندہ ہوتی ہیں۔

(ب) گرفتارِ مصائب کو نجات مِل جاتی ہے۔

(ج) موت ایک نئی دُنیا ہے اور ہر نئی چیز لذیذ ہوتی ہے۔

(د) موت اسرارِ حیات کو بے حجاب کر دے گی۔

(ہ) موت ایک سواری ہے جو ہمیں اللہ کے جوار میں پہنچا دے گی۔

ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۟ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿۶۲﴾

(سُوْرَۃُ الانعام۔ آیت ۶۲)

موت کے بعد اِنسان اپنے مالک کے جوار میں جا پہنچیں گے۔ کائنات کا حکمران وہی ہے اور وہ بہت بڑا حساب دان ہے۔

اللہ حساب داں ہے

صفحاتِ گذشتہ میں عرض ہو چکا ہے کہ کائنات کی ترکیب عناصر سے ہوئی۔ اِس ترکیب کی حفاظت بہت بڑا معجزہ ہے۔ ہائیڈروجن اور آکسیجن سے

پانی کی ترکیب اور پھر اس ترکیب کا تحفظ ایک نہایت دقت طلب فرض ہے جسے ایک قوّتِ قاہرہ بطریقِ احسن سرانجام دے رہی ہے۔ اگر آج یہ قوّتِ قاہرہ اپنی نگرانی اُٹھالے تو کائنات کا شیرازہ دفعتاً بکھر جائے۔ عناصر تحلیل ہوکر اپنے مراکز کی طرف بھاگ جائیں اور دُنیا میں صرف دُخان ہی دُخان باقی رہ جائے۔ زندگی ترکیبِ عناصر اور موت تحلیلِ عناصر کا دُوسرا نام ہے اور یہ ترکیب و تحلیل اللہ کی مشیّت کے مطابق وقوع پذیر ہورہی ہے۔

زندگی کیا ہے، عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے، اِنہی اجزاء کا پریشاں ہونا
(چکبست)

اِن عناصر سے مُعیّن و موزُوں تناسُب کے ساتھ مختلف اشیاء کو پیدا کرنا ایک عالم گیر و تہ رَس علم کے بغیر ناممکن ہے۔ کائنات کے مختلف مظاہر کا ظہُور عناصر کی کِس قدر دقیق، صحیح اور احسن آمیزش سے ہُوا۔ اِسے صرف علم الکیمیا کا ایک بہت بڑا ماہر سمجھ سکتا ہے۔

یہ ایک حقیقتِ ثابتہ ہے کہ تمام نباتات و حیوانات کی ترکیب آکسیجن، ہائیڈروجن، کاربن، نائٹروجن اور چند نمکوں سے ہُوئی ہے۔ اجزاء صرف اِتنے ہی ہیں لیکن اختلافاتِ مقادیر سے جس قدر مُرکبات تیار ہُوئے ہیں، اُن کا اندازہ صرف اِس امر سے ہوسکتا ہے کہ آج تک نباتات کی تقریباً ۴ لاکھ اور حیوانات کی تین لاکھ انواع دریافت ہوچکی ہیں۔ اِن چند عناصر سے اِس رنگ برنگی دُنیا کی تخلیق الٰہی خلق و صناعی کا حیرت انگیز معجزہ اور اُس کی حساب دانی کا ایمان افروز ثبوت ہے۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ؀۶۱ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۣ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ؀۶۲

(سُورۃُ الانعام - آیت ۶۱ - ۶۲)

کائنات پر اُس کی مشیّتِ قاہرہ کی حکمرانی ہے اور اُس نے تم پر محافظ مقرّر کر رکھے ہیں جو ترکیبِ عناصر کی حفاظت کرتے ہیں اور یہ حفاظت بغیر کسی کوتاہی کے موت یعنی تحلیلِ عناصر تک جاری رہتی ہے اِس کے بعد لوگ اللہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ کائنات پر اُسی کی حکمرانی ہے اور وہ بہت بڑا حسابی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ڛ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝۱ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ۭ ۝

(سُورۃُ الانعام - آیت ۱ تا ۲)

قابلِ ستائش ہے وہ ربّ جس نے زمین و آسمان میں نور و ظلمت کا نظام قائم کیا لیکن کفّار اللہ کے سوا دُوسرے خُداؤں کی پرستش میں مصروف ہیں۔ اللہ نے تمہیں مٹّی سے پیدا کر کے موت کا ایک وقت مقرّر کر دیا ہے۔

اِنسان تارِیک مٹّی سے بنا لیکن اللہ نے اُس میں جا بجا نُور کے مرکز قایم کر دِیئے ہیں۔ ہڈّیوں میں فاسفورس، آنکھوں میں زجاج اور دِماغ میں نُورِ حواس بھر دِیا ہے:

وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوۡرَ ؕ (سُورۃُ الانعام۔ آیت ۱)

اِنسان میں غضب و شہوت، اِخلاقی ظُلمتیں ہیں اور عقل نُور

وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوۡرَ ؕ (سُورۃُ الانعام۔ آیت ۱)

کوئلہ سراپہ ظُلمت اور قاتِلِ حیات ہے لیکن اِس کی وجہ سے اَقوام زِندہ ہو رہی ہیں۔ پٹرول اُس کا پسینہ ہے جس سے قومیں طاقت حاصِل کر رہی ہیں۔ اِن شہروں میں بجلی کی بہار کوئلے کے دم سے قایم ہے۔ غور فرمائیے کہ کوئلے میں نُور و ظُلمت کا اِمتزاج کِس دقیق صناعی سے کیا گیا۔

وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوۡرَ ؕ (سُورۃُ الانعام۔ آیت ۱)

کائنات میں کئی طرح سے تنوّع ہے جس کی ایک صُورت یہ ہے کہ ① ٹھوس اَجسام مثلاً لوہا پتھر وغیرہ ② مائع ③ مائع سے لطیف یعنی دُھواں ④ دُھوئیں سے لطیف یعنی گیس ⑤ گیس سے لطیف یعنی نُور ⑥ نُور سے زِیادہ لطیف یعنی ایتھر ⑦ اور ایتھر سے زِیادہ لطیف یعنی رُوح۔ رُوح ایک نُور ہے اور جسم کثیف۔ ہر دو کے اِختلاط سے کائنات کی رونق قایم ہے۔

وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوۡرَ ؕ (سُورۃُ الانعام۔ آیت ۱)

عِلم ایک اَیسی طاقت ہے جو ظُلمت سے نُور پیدا کر سکتی ہے۔ آج یورپ کے اَربابِ عِلم فولاد، کوئلے اور ربڑ وغیرہ سے نُورِ زِندگی حاصِل کر رہے ہیں۔ مُسلمانوں نے یہ کام چھوڑ دِیا۔ اِس لئے اُنہیں موت کی نیند سُلا دِیا گیا۔

ثُمَّ قَضٰى اَجَلًا (سُورۃُ الانعام۔ آیت ۲)

انسان دورِ ناتوانی، عصرِ طفولیت، عہدِ شباب اور زمانۂ کہولت سے گزر کر منزلِ عقل و حکمت یعنی پیری تک آ پہنچا۔ اِسی طرح نسلِ انسانی وحشت و بربریت کے صدہا مدارج سے گزر کر علم و عرفان کی بلندیوں تک جا پہنچی۔ اندازہ فرمایئے کہ نسلِ انسانی کو تکمیل کے لیے ظلمت کے کن مدارج سے گزرنا پڑا۔ اگر ظلمت نہ ہوتی تو نور کی قطعاً کوئی قدر نہ ہوتی، اگر انسان دورِ ظلمت سے نہ گزرتا تو ہم اُس کے کمالاتِ علمی و عملی کی قدر نہ کر سکتے:

وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ؕ

(سُورۃُ الانعام۔ آیت ۱)

ہم عرض کر چکے ہیں کہ زندگی ترکیبِ عناصر اور موت اِنتشارِ عناصر کا نام ہے۔

اِسی لیے تو اِرشاد ہے:

خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰى اَجَلًا

(سُورۃُ الانعام۔ آیت ۲)

تُمہاری ترکیب خاکی ذرّات سے ہوئی جس کے اِنتشار کا وقت بھی مقرر ہو چکا ہے۔

حضرت مسیح[1] نے کیچڑ سے پرندہ بنایا تو تمام عالم انگشت بدنداں ہو گیا۔ اللہ ہر روز کیچڑ سے لاکھوں حیوانات و نباتات پیدا کر رہا ہے اور کسی کے جذبۂ حیرت میں کوئی جنبش پیدا نہیں ہوتی:

خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰى اَجَلًا

(سُورۃُ الانعام۔ آیت ۲)

---

[1] اِدارہ اِس واقعہ سے متفق نہیں۔

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِىْ بِهِ الرِّيْحُ فِىْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾

(سورۃ الحج۔ آیت ۳۱)

مُشرک اُس اِنسان کی طرح ہے جو آسمان سے گرے اور اُسے راہ میں پرندے اُچک لیں یا آندھیاں اُسے کسی دُور دراز گوشۂ زمین میں پھینک دیں۔

جو لوگ کاہل و تن آسانی، خودغرضی و نفس پرستی کو شعارِ حیات (یا اپنا ربّ) بنا لیتے ہیں اُنہیں با عمل جفا جُو اور مُشقّت کش اقوام تختِ سلطنت سے اُٹھا کر فرشِ زمین پر پٹخنی دیتی ہیں کہ اُن کی حیاتِ نامُراد کا ہر پہلو چکنا چُور ہو جاتا ہے۔ ہندوستان کی تاریخ اِن واقعات سے بھری پڑی ہے۔

اِس آیت میں طیر سے طیّارے اور ریح سے گیس بھی مُراد لی جاسکتی ہے۔

آج ہر ضعیف (مُشرک) قوم کی موت اِن ہی دو حربوں سے واقع ہو رہی ہے۔

ہے جُرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مُفاجات

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِىْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِىْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ ۝

(سورۃ النور۔ آیت ۳۵)

اللہ زمین و آسمان کا نُور ہے، یہ نُور اُس چراغ داں کی طرح ہے جس میں چراغ رکھا ہو اور چراغ ایک ایسے شیشے میں بند ہو جو روشن ستارے کی طرح زیتون کے مُبارک درخت سے چمک رہا

ہو، یہ درخت نہ تو شرقی ہے اور نہ غربی۔ اُس کا تیل دِیا سلائی دِکھائے بغیر جلنے کے لئے بے تاب ہے۔ اللہ نُور در نُور ہے۔

اللہ ایک نُور ہے جو ظہُور کے لئے بے تاب ہے اور یہ کائنات بھی سراپہ نُور ہے تو گویا اللہ ایک نُور ہے نُور کے اُوپر۔ (نُور علیٰ نُور)۔

اِس زمین کی تخلیق آفتاب سے ہُوئی اور آفتاب کی کہکشاں سے۔ نُور کی اَولاد بھی نُور ہوتی ہے۔ اِس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ ذرّہ صحرا سے عرش کے تارے تک ہر چیز نُوری ہے۔ کوئی بظاہر سیاہ ہے لیکن نُور کی ایک دُنیا دامن میں لئے بیٹھا ہے۔ پتّھر کو پتّھر سے ٹکراؤ تو آگ پیدا ہوگی۔ پیٹرول تیل نُور سے چھلک رہے ہیں۔ ساون کی کالی گھٹاؤں میں بجلیاں رقصاں ہیں۔ باغوں اور کھیتوں میں اَزھار و اثمار کی دہکتی ہُوئی دُنیا ئیں یُوں معلوم ہوتی ہیں گویا باغ وراغ میں آگ لگی ہُوئی ہے۔ جوگندر نگر کے آبشار سے نُور وضیاء کے وہ فوّارے چھُوٹ رہے ہیں کہ تقریباً سارا پنجاب قُمقمہ زار بنا ہُوا ہے، کیڑا ریشم جیسی حسین چیز تیّار کر رہا ہے، پتّھر مُورتی بن کر اور لوہا تلوار میں تبدیل ہو کر آنکھوں کو خیرہ بنا رہا ہے۔

کائنات کا ہر منظر ایک مکمل انوارستان ہے کہیں نُور عریاں ہے۔ مثلاً کرم شبِ تاب و مہتاب میں اور کہیں زیرِ حجاب۔ مثلاً لوہے، کوئلے، تیل، لکڑی اور پانی میں۔ پانی کے اجزائے ترکیبی دو قابلِ اِشتعال گیسیں ہیں۔ تمام عالم کی ترکیب برق پاروں سے ہُوئی اور یہ برقیتے کہیں ذرات کہیں ستارے، کہیں پھُول اور کہیں پھَل بن کر جلوہ گر ہیں۔ الغرض کائنات کی رگ رگ میں امواجِ نُور رقصاں ہیں جو جلوہ وظہُور کے لئے بے تاب ہیں۔ سچ ہے:

یَکَادُ زَیۡتُهَا یُضِیۡٓءُ وَلَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡهُ نَارٌ ؕ ○

(سُورۃُ النُّور۔ آیت ۳۵)

اُس کا تیل دِیا سلائی دِکھائے بغیر جلنے کے لئے بے تاب ہے۔

اللہ نور ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ۭ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ؀۴۳

(سُورۃُ النُّور۔ آیت ۴۳)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی بادلوں کو چلاتا ہے پھر اُنکو آپس میں مِلا دیتا ہے۔ پھر اُن کو تہہ بہ تہہ کر دیتا ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ بادل میں سے مینہ نکل (کر برس) رہا ہے اور آسمان میں جو (اولوں کے) پہاڑ ہیں اُن سے اولے نازل کرتا ہے تو جس پر چاہتا ہے اُس کو برسا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ہٹا رکھتا ہے۔ اور بادل میں سے جو بجلی ہوتی ہے اُس کی چمک آنکھوں کو (خیرہ کر کے بینائی کو) اُچکے لئے جاتی ہے۔

میرے محترم دوست پیر غلام وارث پروفیسر طبیعیات (الکیمیا) گورنمنٹ کالج ہوشیار پور (ولادت ۱۹۰۰ء) نے اِس آیت کی مندرجہ ذیل تفسیر کی ہے جو رسالہ ''ترجمان القرآن'' میں شائع ہو چکی ہے۔ یہاں قدرے لفظی و معنوی تغیّر کے ساتھ درج کی جاتی ہے۔

① يُزْجِيْ سَحَابًا: زجی کے معنی ہیں آہستہ آہستہ ہانکنا، برچھی سے ہانکنا، سیر ہونا یعنی اللہ بادلوں کو پانی سے سیر کر کے آہستہ آہستہ ہانکتا ہے۔ برچھی سے مُراد بجلی بھی ہو سکتی ہے۔

② يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ: اُلفت باہمی کشش کو کہتے ہیں۔ اگر پانی کے ایک قطرے میں مُثبت بجلی پیدا کی جائے تو قریب والے ذرّے میں منفی اور پھر اگلے ذرّے

میں مُثبت بجلی پیدا ہو جائے گی۔ یہ مُتضاد بجلیوں والے قطرے ایک دُوسرے کی طرف کھنچیں گے اور جوں جوں ایک دُوسرے کے قریب آئیں گے تو قانونِ مُربعاتِ معکوسہ (Inverse Squares) کے ماتحت اِن کا جذبِ باہمی بڑھتا جائے گا اور اِسی کا نام تالیف ہے۔ بینہ کی ضمیرِ مفرد بتاتی ہے کہ یہ کشش بادل کے ہر قطرے میں ہوتی ہے۔

(۳) رُکامًا: انبار لگانا، پیوست کر کے مُختصر کر دینا، کثیف ہونا۔ یہ لفظ اُن تمام کیفیات کو بتا رہا ہے جو آبی سالمات میں مُبرّق ہونے کے بعد پیدا ہو جاتی ہیں۔ بادل کا ہر قطرہ بیشمار ذراتِ آبی سے مُرکب ہوتا ہے۔ مہندس جانتے ہیں کہ جب چھوٹے چھوٹے کرّوں سے ایک بڑا کرّہ تیار کیا جائے تو اُس کی بیرونی سطح چھوٹے کرّوں کی سطح سے کم ہوتی ہے اور اِس طرح برقی چارج کی شدّت (Density) بڑھ جاتی ہے۔

(۴) الوَدق: رِس رِس کر نکلنا، پلپلا ہونا، گرم ہونا، ظاہر ہے کہ بُوندیں رِس رِس کر نکلتی ہیں۔ اِن کا پیٹ پانی سے پُر ہونے کی وجہ سے پلپلا ہوتا ہے اور بجلی اُنہیں گرما یا برقا دیتی ہے۔

(۵) مِنْ خِلٰلِہٖ: خَلَل کے معنی ہیں درمیان، تُرشی، سائنس دان جانتے ہیں کہ اگر بجلی کی رَو کسی مُوصل (Conductor) سے گزاری جائے تو بجلی اُس کی سطح پر آجاتی ہے پانی غیر مُوصل (Non-Conductor) ہے لیکن اُس تیزابی مادّے کی وجہ سے جو ہوا میں سے قطرات کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے، مُوصل بن جاتا ہے اور اِس لئے بجلی کی وجہ سے اِن قطرات کی سطح مُبرّق ہو جاتی ہے۔ یہ تیزابی مواد زمین کے لئے کھاد کا کام دیتا ہے اور بجلی (جو اِن قطرات میں موجود

ہوتی ہے) مُردہ زمین کی نس نس میں بجلی بھر دیتی ہے۔ اگر خللہ سے اِس تیزابی مواد کی طرف اِشارہ مقصود نہ ہوتا تو شاید بینہ یا جوفہ کا لفظ اِستعمال ہوتا۔

⑥ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ ○

(سورۃ النّور۔ آیت ۴۳)

مُفسّرین اِس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں:

''اور اللہ آسمان سے یعنی پہاڑوں سے بارش اُتارتا ہے۔''

اِس تفسیر پر کئی اعتراض وارد ہوتے ہیں:

اوّل: ''آسمان سے یعنی پہاڑوں سے'' اِس ''یعنی'' کے تکلّف کی کیا ضرورت تھی اللہ نے سیدھی طرح کیوں نہ کہہ دیا کہ آسمان سے یا پہاڑوں سے بارش اُتارتا ہے۔

دوم: جب تمام قرآن میں بارش آسمان سے اُتاری گئی ہے تو پھر اِس آیت میں ''یعنی پہاڑ سے'' کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟

سوم: وَيُنَزِّلُ : فعل مُتعدی ہے جس کے مفعول کا ذِکر ضرور ہونا چاہیئے اور اِس آیت میں کوئی مفعول نظر نہیں آتا کہ خدا نے کیا چیز آسمان سے اُتاری۔

چہارم: مُفسّرین یہاں ''بارش'' (مِنْ مَّاء) کا لفظ محذوف مانتے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کو کیا ضرورت پیش آئی تھی کہ ایک فعلِ مُتعدی کا مفعول تو حذف کر دے اور ''مِنْ جِبَالٍ'' کے زائد الفاظ خواہ مخواہ بڑھا دے؟

اور حضرت ابنِ عبّاس نے تو اور کمال کر دیا کہ آسمان میں پہاڑوں کا وجود تسلیم کر کے فرمایا کہ بادل ہمیشہ آسمانی پہاڑوں پر تیار ہو کر زمین پر برستے ہیں اور اِس لیئے آیت کے معنی ہوں گے۔ ''اللہ آسمانی پہاڑوں سے بارش برساتا ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ یہ آیت آج تک ایک معمّا تھی۔ اب سائنس کے اِنکشافات نے اِسے واضح کر دیا ہے۔ جبال جمع ہے جبل کی اور جبل کے معنی ہیں

مٹی کو پانی سے ملانا۔ ماہرینِ باراں نے یہ انکشاف کیا ہے کہ بُوندوں کی تکوین خاکی ذرّات کے بغیر نا ممکن ہے۔ ہر قطرۂ آبی ذراتِ خاکی کے اِرد گرد تیار ہوتا ہے تو آیت کے معنی یہ ہوں گے:

"اور اللہ آسمانی بلندیوں سے ایسے قطرے اُتارتا ہے جس میں خاکی ذرّات ملے ہوتے ہیں۔"

(ے) بجلی کی چمک اِس قدر تیز ہوتی ہے کہ آنکھ کے اُس ذکی الحس پردے کو جہاں محسوسات کی تصاویر بنتی ہیں، بے حس کر دیتی ہے، وہ اِس طرح کہ بجلی کی تیز چمک سے اُس پردے کی شریانوں میں تمام آنکھ کا خُون جمع ہو جاتا ہے اور اگر ہم آنکھ کو فوراً بند نہ کرلیں تو خُون کے دباؤ سے آنکھیں پھٹ جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ بجلی کی چمک کے بعد کچھ دیر تک ہم بصارت سے محروم ہو جاتے ہیں، دُنیا تاریک ہو جاتی ہے اور جب خُون پھیل کر دُوبارہ اپنے مقام پر چلا جاتا ہے تو بینائی لوٹ آتی ہے۔

يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ ﴿٤٣﴾

(سُورۃُ النُّور۔ آیت ۴۳)

قریب ہے کہ بجلی کی چمک انسان کو بینائی سے محروم کر دے۔

اِن تفاصیل کی روشنی میں آیت کا ترجمہ یہ ہے:

(کیا تم غور نہیں کرتے کہ اللہ بادلوں کو ہانک کر ایک دُوسرے کے قریب لاتا ہے۔ برقی رَو کی بدولت قطرات ایک دُوسرے سے پیوست ہو جاتے ہیں۔ رُکاما پھر تیزاب آمیز بوندیں بادلوں سے نکلتی ہیں اور اللہ فضائی بلندیوں سے ایسے قطرات زمین پر برساتا ہے جو خاکی ذرّات کے سہارے بنتے ہیں، خُدائی مرضی کے مطابق بعض مقامات پر بارش برستی ہے اور بعض جگہ نہیں برستی۔

قریب ہے کہ بجلی کی روشنی آنکھوں کو بصارت سے محروم کردے)۔

پانی کو ابالنے کے لیے سو درجہ حرارت کی ضرورت ہوتی ہے اور صرف سو گرام پانی کو گیس میں تبدیل کرنے کے لیے ۶۳۶ درجہ حرارت درکار ہے۔ اللہ کی نوازش دیکھو کہ ہر روز سمندر کا کروڑوں ٹن پانی ہماری کوشش کے بغیر گیس میں تبدیل ہورہا ہے۔ حساب لگانے سے معلوم ہوا کہ صرف سو مربع میل رقبے کو سیراب کرنے کے لیے جس قدر بخارات کی ضرورت ہوتی ہے، وہ پانچ لاکھ ٹن کوئلہ جلانے سے پیدا ہوسکتے ہیں اور تمام ہندوستان پر صرف دس منٹ تک بارش برسانے کے لیے نوّے کھرب ٹن کوئلہ درکار ہوگا جس کی قیمت چار سو پچاس کھرب روپیہ بنتی ہے اور یہ رقم حکومت کی سالانہ آمدنی سے تین ہزار گنا زیادہ ہے۔

بارش کے متعلق یہ تمام انکشافات گزشتہ پچاس برس میں ہوئے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعۂ وحیٔ الٰہی آج سے ۱۳۶۲ برس پہلے معلوم تھے۔ انصافاً کہو کہ قرآن کے الہامی ہونے پر اس سے بڑی شہادت اور کیا ہوسکتی ہے؟

لقب | اُمی | آں | سیراب | ازدمِ
عرب | صحرائے | ریگِ | از | رست | لالہ
نہار | آدم | درپیکر | اُدولے
کشاد | فطرت | چہرۂ | از | نقاب | او

(اقبالؒ)

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِنْدَهُ فَوَفَّاهُ حِسَابَهُ ۗ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٣٩﴾ أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِنْ

فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾

(سُورۃ النّور۔ آیت ۳۹۔۴۰)

گرم ریت پر نچلی ہوا ہلکی ہو جاتی ہے اور اوپر کی بھاری۔ قاعدہ یہ ہے کہ اگر روشنی کی شعاع دو مختلف وسائل (Medium) سے گزرے تو وہ ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ایک لاٹھی کا کچھ حصّہ پانی میں ڈال دیا جائے تو وہ ٹیڑھی نظر آئے گی۔ یہی قانون سراب میں بھی عمل کرتا ہے کہ نگاہ کثیف و لطیف ہوا سے گزر کر ٹیڑھی ہو جاتی ہے درخت کی چوٹی نیچے اور جڑ اوپر نظر آتی ہے جس سے وہاں پانی ہونے کا دھوکا لگ جاتا ہے۔

اسیرانِ سراب کی طرح کُفّار (جاہ پرست، نفس پرست، غدّار، حاسد، غمّاز، جھوٹے، کاہل اور بداخلاق) کی نگہِ بصیرت کج ہو جاتی ہے۔ وہ کسی ایسے مقصد کو جو اُن کے شخصی و قومی ارتقاء کے لئے تباہ کُن ہو مُفید سمجھ کر حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اُنہیں نہایت تلخ نتائج کا شکار ہونا پڑتا ہے۔

صرف الہامی ضابطہ ہی وہ نُور ہے جو انسانی آنکھوں کو کج بینی سے بچاتا ہے۔ آج اِس دور میں کہ آزاد طمع کی تاریکیاں ہر سُو محیط ہیں۔ نفس پرستی و جاہ طلبی کی گھٹائیں چھائی ہُوئی ہیں اور آفتابِ ہدایت حجاباتِ گُناہ میں مستُور ہے۔ کج بینی کا مرض اِس قدر جہاں گیر ہو چُکا ہے کہ الامان والحذر جسے دیکھو غلط انگاری کا پیکر، اپنی رائے کو تمام مسائل پر، خواہ وہ مذہبی ہو یا سیاسی، عمرانی ہوں یا اقتصادی، آخری سمجھتا ہے ایک غلام قوم کئی طرح کی ظُلمتوں میں گرفتار ہوتی ہے۔ ① تاریکیٔ افکار ② تاریکیٔ ماحول ③ مذہبی و سیاسی رہنماؤں کی غلط

تعلیم کی تاریکی۔

ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ

(سُورۃُ النُّور۔ آیت ۴۰)

اگر مُہذّب دُنیا کی اَقوامِ حاضرہ یہ چاہتی ہیں کہ وہ ظُلم وسفّاکی کی بہیمانہ ظُلمتوں سے نِکَل کر ایک اَیسے مُستقبل میں داخل ہوں جہاں ماہتابِ اِلہام کی ملیح کرنیں پیامِ سکُون دے رہی ہوں اور جہاں آسمانی شہنائی کی مست آواز کیف و سُرور کا عالَم رچا رہی ہو تو اُس کی راہ خانہ ساز فِسطائیت و مَشرُوطیت نہیں بلکہ وُہی عرشی نِظام ہے جو خالِقِ فِطرت نے اِنسانی فِطرت کو عطا کیا تھا۔

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝۴۰

(سُورۃُ النُّور۔ آیت ۴۰)

(ترجمہ آیات) کُفّار کے اَعمال سرابِ بیابان کی طرح ہیں جسے پیاسا پانی سمجھ کر آگے بڑھتا ہے اور وہاں اللہ کے بغیر کچھ نہیں ہوتا، اللہ اُسے فوراً مکافاتِ عَمَل میں مُبتلا کر دیتا ہے یہ اِس لئے کہ اللہ حِساب میں دیر نہیں لگاتا یا اُن کے اَعمال ایک مواج سمندر کی ظُلمتوں کی طرح ہیں جہاں لہروں پر لہریں اُٹھتی ہوں، سیاہ گھٹائیں محیط ہوں، ظُلمت در ظُلمت کا سماں بندھا ہُوا ہو اور اپنا ہاتھ تک نظر نہ آتا ہو۔ سچ ہے جو شخص اِلٰہی نُور کی روشنی میں راہ گرائے منزل نہیں ہوتا وہ بھٹک جاتا ہے۔)

گو رات کے وقت ہمارا آفتاب غروب ہو جاتا ہے لیکن اُس سے ہزاروں گُنا بڑے اور زیادہ روشن سُورج فضا میں موجود ہوتے ہیں اُن کروڑوں

آفتابوں کی موجودگی میں سطحِ زمین پر ظلمت کا چھا جانا الٰہی صناعی کا بہت بڑا معجزہ ہے اگر ظلمت نہ ہوتی تو جہاں تمازتِ آفتاب سے کائنات میں آگ بھڑک اٹھتی، وہیں بیداری و بے خوابی سے دماغ پھٹ جاتا۔ بدیگر الفاظ رات اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

جس طرح انجن گاڑیوں کو کھینچتا ہے اسی طرح سورج کے پیچھے پیچھے اندھیرا آرہا ہوتا ہے گویا سورج ظلمتوں کا بھی قائد ہے۔ ہر نبی کائنات میں آفتاب بن کر آتا ہے اُس کے ہمراہ تجلیاں ہوتی ہیں اور جوں ہی وہ دُنیا سے رُخصت ہوتا ہے تو دُنیائے رُوح پر اُسی طرح تاریکیاں محیط ہوجاتی ہیں جس طرح غروبِ آفتاب کے بعد سطحِ ارضی پر۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾

(سُورۃُ الفرقان۔ آیت ۴۵)

کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے غروبِ آفتاب کے بعد زمین کا سایہ کس طرح پھیلا دیا ہے۔ اگر اللہ چاہے تو رات کو دوامی بنا دے، سورج اُس سائے (رات) کا قائد ہے۔

دُنیا میں پانی کئی شکلیں بدلتا ہے۔ کہیں منجمد ہے، کہیں مائع، کہیں گیس، کہیں پھلوں کا رس، کہیں تیل، کہیں دُودھ، کہیں خُون اور کہیں پیٹرول ہے۔ جب ہم پانی پیتے ہیں تو وہ خون بن کر رگوں میں چلا جاتا ہے۔ وہاں سے غلاظتوں کو سمیٹ کر کچھ پھیپھڑوں اور کچھ گردوں کے راستے باہر نکال دیتا ہے اسی طرح کوہستانی چشمے معادن کے ذخائر ہمراہ لے کر ہم تک پہنچتے ہیں اور ہماری بستیوں

کی غلاظتیں سمیٹ کر سمندر میں چلے جاتے ہیں۔ بدیگر الفاظ ''تصریفِ آب'' تکوین وتخلیق کا ایک معجزہ ہے۔ یہ پیٹرول، یہ خون، یہ دودھ، یہ بادل، یہ دریا اور یہ چشمے سب تصریفِ آب کے کرشمے ہیں۔ یہ شہروں میں بجلی کا طوفانِ روشنی اُفتادِ آب (آبشار) کا نتیجہ ہے۔ یہ انجنوں کی گرم رفتاری، اسٹیم (بخاراتِ آبی) کی بدولت ہے۔ بدیگر الفاظ پانی کی دنیا قوت وہیبت کی دنیا ہے جس کا مطالعہ ازبس ضروری ہے۔ پانی کا قومی وانفرادی زندگی سے کتنا گہرا ربط ہے؟ اس کی ترکیب کتنا بڑا معجزہ ہے؟ اور اس کی تصریف سے اسٹیم، پیٹرول اور بجلی بنا کر اپنی طاقت اور دنیا کے وسائلِ سہولت میں کس قدر اضافہ کیا جا سکتا ہے؟ ان مسائل پر غور کرنا مسلم کا فرض ہے اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہ قرآن کی اصطلاح میں مسلم نہیں۔

وَهُوَ الَّذِىٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿٤٨﴾ لِّنُحْیِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِىَّ كَثِيْرًا ﴿٤٩﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٥٠﴾

(سورۃ الفرقان۔ آیت ۴۸ تا ۵۰)

اللہ وہ ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت (بارش) کی بشارت بنا کر بھیجتا ہے، وہ آسمان سے آبِ مصفا برسا کر مردہ بستیوں کو زندہ کر دیتا ہے یہ پانی تمام ذی حیات کے لئے مدارِ حیات ہے۔ ہم پانی کو مختلف صورتوں میں بدلتے ہیں (تصریفِ آب) تاکہ لوگ فائدہ اٹھائیں لیکن کفار (کاہل، جاہل وغلط اندیش) ہماری نہیں سنتے۔

پانی مرکب ہے اور روح بسیط۔ پانی کا ایک قطرہ تک فنا نہیں ہو سکتا۔

دریا سے اُٹھا تو بادل بن گیا۔ وہاں سے ریگستان میں ٹپکا تو دوبارہ فضا میں اُڑ گیا باغ میں برسا تو رس بن کر پھل میں جا پہنچا۔ وہاں سے ہمارے پیٹ میں آیا اور یہاں یا تو جزوِ جسم بن کر باقی رہ گیا یا گردوں وغیرہ کے راستے پھر باہر نکل گیا اور اگر سمندر میں ٹپکا تو گویا وطن میں پہنچ گیا۔ الغرض قطرۂ آب کسی نہ کسی رنگ میں موجود رہتا ہے۔ اگر پانی باوجود مرکب ہونے کے زندہ رہتا ہے تو روح کو جو بسیط ہے، بدرجۂ اولیٰ باقی رہنا چاہیے جس طرح آفتابی شعاعیں پیاسے ریگستان میں ٹپکے ہوئے قطروں کو ڈھونڈ کر آسمانی بلندیوں کی طرف واپس لے جاتی ہیں اسی طرح زندگی کے یہ تمام خطرے جو اجسامِ انسانی کے خاک دانوں میں ٹپک پڑے ہیں لامکانی وسعتوں میں دوبارہ پہنچ جائیں گے۔ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ.

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝١ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝٢ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝٣ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝٤ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝٥ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝٦

(سورۃ النبا۔ آیت ۱ تا ۶)

کیا یہ لوگ قیامت کے متعلق سوال کر رہے ہیں اور اُس حقیقتِ کبریٰ کے متعلق اُن میں اختلاف پایا جاتا ہے؟ انہیں عنقریب یقین حاصل ہو جائے گا اور یقیناً ہو گا۔ کیا ہم نے زمین کو گہوارہ نہیں بنایا؟

ایک پرندہ انڈے دے کر بچوں کو آشیانے میں پالتا ہے اُن کے لئے غذا مہیا کرتا ہے، اپنے پروں کے نیچے تھپکا تھپکا کر سلاتا ہے اور جب وہ بڑے ہو جاتے ہیں تو گھونسلے کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں بس یہی حال زمین کا ہے اس مہد

میں ہم پلتے ہیں۔ سورج ہمیں روشنی دیتا ہے۔ بادل، پانی، درخت پھل اور معادن قوت بخشتے ہیں اور کچھ عرصے کے بعد ہم اس گہوارے کو چھوڑ کر دوسری دنیا میں چلے جاتے ہیں۔

جس طرح کہ پرندے کی اصلی دنیا آشیانے سے باہر ہے اسی طرح ہماری اصلی زندگی کہیں اور ہے۔ یہاں ہم صرف چند سوگوار گھڑیاں بسر کرنے کے لیے آتے ہیں اور بس:

زندگی ایک دم کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

اَلرَّحْمٰنُ ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ﴿۲﴾

(سورۃ الرحمٰن۔ آیت ۱۔۲)

الٰہی رحمت کی لاانتہائیاں دیکھو کہ اللہ نے عروج وارتقا کا مکمل آئین (قرآن) ہمیں عطا فرمایا۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ﴿۳﴾

(سورۃ الرحمٰن۔ آیت ۳)

انسانی تخلیق الٰہی صناعی کا بہت بڑا اعجاز ہے۔

عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿۴﴾

(سورۃ الرحمٰن۔ آیت ۴)

انسان کو پیدا کر کے اسے قوتِ گویائی عطا کی (تاکہ وہ صحیفہ فطرت کی تشریح کر سکے)

آؤ! دیوانِ فطرت میں سے چند اشعار آپ کو سنائیں[1]

(۱ یہاں سورۂ رحمٰن کی صرف آیاتِ طیبہ کی تفسیر درج ہوگی۔ برقؔ)

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝

(سُورۃُ الرَّحمٰن۔ آیت ۵)

آفتاب و ماہتاب ایک مُعیّن دستُور العمل کے مُطابق سَرگرم پَرواز ہیں۔

یہ موسموں کا تغیُّر وتبدُّل اور یہ اَشجار واَثمار کا تنوُّع شمس وقمر کی گردِشوں کا نتیجہ ہے جن پر غور کرنا اور پھر کھول کر بیان کرنا اِنسان کے فرائض میں شامِل ہے۔

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۝

(سُورۃُ الرَّحمٰن۔ آیت ۶)

دَرخت اور پودے ایک آئین کے پابند ہیں۔

کیا یہ مُمکن ہے کہ انگور میں سَیب کا ذائقہ آجائے یا سنگترہ آم کی ہیئت بدل لے؟ یہ مُمکن نہیں کیونکہ تمام کائنات اپنے دستُور العمل کو نِباہنے میں پُوری طرح سَرگرم ہے اور اُسی اطاعت کا نتیجہ ہے کہ ہر طرف اِعتدال، باقاعدگی اور نِظام پایا جاتا ہے۔

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۝

(سُورۃُ الرَّحمٰن۔ آیت ۷)

اللہ نے آسمان کو مُرتفع کر کے کائنات میں عدل وتوازن پیدا کردیا۔

اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ۝

(سُورۃُ الرَّحمٰن۔ آیت ۸)

خبردار توازن کو ہاتھ سے نہ جانے دینا۔

افراد اعتدال سے اور اقوام عدل سے دور ہٹ کر پٹ جاتی ہیں۔

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴿٩﴾

(سورۃ الرحمٰن۔ آیت ۹)

عدل و توازن کا پورا پورا خیال رکھو اور ترازو کو ایک طرف جھکنے نہ دو۔

آج سطح زمین پر کوئی ایک قوم بھی ایسی نظر نہیں آتی جو ابنائے آدم کے ساتھ انصاف کرنے کے لئے تیار ہو۔ ہر طرف لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے۔ دنیا کی حریص قومیں ایک دوسرے پر آگ برسا رہی ہیں۔ بستیاں اجڑ رہی ہیں، صدیوں کی تہذیب مٹ رہی ہے، اقوام ہفتوں اور دنوں میں[1] تباہ ہو رہی ہیں اور انسان کا خون پانی سے زیادہ ارزاں ہو رہا ہے، یہ کیوں؟ اس لئے کہ اقوام میں عدل نہیں رہا۔

عدل و انصاف سے اقوام اسی طرح زندہ ہوتی ہیں جس طرح بارش سے زمین۔ یہ زمین بظاہر روکھی پھیکی سی ہے لیکن جب اس پر بہار کے بادل برستے ہیں تو ہر سو لالہ زار کھل جاتے ہیں۔ اسی طرح جب انصاف کی گھٹائیں کسی قوم کی کھیتی پر برستی ہیں تو حد نگاہ تک چمن ہی چمن نظر آتے ہیں۔ المیزان کے ذکر کے بعد سرسبز چراگاہوں کا ذکر کچھ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ﴿١٠﴾ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ﴿١١﴾

---

(۱) ہٹلر نے پولینڈ کو ۱۸ یوم، ناروے، ڈنمارک اور لکسمبرگ کو صرف ایک دن۔ ہالینڈ کو پانچ دن، بلجیم کو ۱۳ دن، فرانس کو ۱۲ یوم اور یونان و یوگوسلاویہ کو تین ہفتوں میں مٹا دیا تھا اور چھ برس کی جنگ (۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۵ء) کے بعد خود بھی تباہ ہو گیا۔ ادارہ)

(سورۃ الرحمٰن۔آیت ۱۰ تا ۱۱)

زمین کو مخلوق کے لئے تیار کیا اور اس میں پھل دار درخت اُگائے۔

خود انسان کیا چیز ہے؟ ایک قطرۂ آب یا دھوپ سے جلی ہوئی مٹی۔ اُس نے اپنے جذبات میں اعتدال پیدا کیا تو اُس کی حیاتِ انفرادی میں چار چاند لگ گئے۔ کائناتِ انسانی میں توازن قائم کرنے کی کوشش کی تو اُس کی حیاتِ ملی چمک اُٹھی۔

خَلَقَ الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿١٤﴾

(سورۃ الرحمٰن۔آیت ۱۴)

اللہ نے انسان کو ایسی مٹی سے پیدا کیا جو تمازتِ آفتاب سے ٹھیکری بن چکی تھی۔

آج حکمتِ مغرب نے اعلان کیا ہے کہ ابتدائے آفرینش میں سمندر کے ساحل پر لاکھوں سال تک سورج چمکتا رہا۔ اُسی چمک کا نتیجہ تھا کہ ساحل سے زندگی کا آغاز ہوا۔

فخار کے معنی ہیں ٹھیکری۔ ٹھیکری مٹی، پانی اور آگ سے تیار ہوتی ہے۔ بدیگر الفاظ لفظ فخار کے استعمال سے یہاں نظریۂ مغرب بھی قرآن کی تصدیق کرتا ہے۔

جس طرح کہ زمین، پتھر، کوئلے اور درخت کے پیٹ میں آگ چھپی ہوئی ہوتی ہے اُسی طرح انسان میں بھی غصّے اور شہوت کی آگ پنہاں ہے۔ وُہی لوگ صاحبِ کمال کہلاتے ہیں جو اس آگ کو بھڑکنے نہیں دیتے بلکہ اس میں اعتدال پیدا کر لیتے ہیں اور جو لوگ اس آگ پر قابو نہیں پا سکتے وہ سراپا آگ بن

جاتے ہیں اور اُن کو شیطان یا جنّ کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾

(سُورۃُ الرحمٰن۔ آیت ۱۵)

اور اللہ نے جنّوں کو آتشِ مخلوط سے پیدا کیا۔

حکمائے مغرب نے سالہا سال کی تحقیق و تلاش کے بعد یہ اعلان افروز کیا ہے کہ موتی میٹھے پانی میں اور مونگا کھاری پانی میں تیار ہوتا ہے۔ قرآنِ حکیم اِس انکشاف پر یوں مُہرِ تصدیق ثبت کرتا ہے:

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾

(سُورۃُ الرحمٰن۔ آیت ۲۲)

اُن دونوں پانیوں (میٹھے اور کھاری) سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔

اگر اِس آیت کی یہ تفسیر نہ کی جائے تو مِنْهُمَا کی ضمیرِ تثنیہ (اُن دونوں) بے کار ہو جاتی ہے اور اُس کی کوئی اور تفسیر نہیں ہو سکتی ہے۔

آج سے بہت پہلے سمندروں میں بڑے بڑے جانور موجود تھے۔ جو غیر اصلح ہونے کی وجہ سے اُسی طرح مٹ گئے جس طرح بے شمار گزشتہ اقوام صلاحیتِ حیات کھو بیٹھنے کے بعد تباہ ہو گئیں۔ اللہ ازل سے موجود ہے اور موجود رہے گا اِس لئے کہ وہ اصلح و اقویٰ ہے، صاحبِ جلال و اکرام ہے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾

(سُورۃُ الرحمٰن۔ آیت ۲۶ تا ۲۷)

جاہ وجلال والے رب کی ذات کے سوا باقی تمام اشیاء فنا پذیر ہیں۔

زندگی کا سب سے بڑا خزانہ اللہ ہے جس سے ہر چیز زندگی کی بھیک مانگ رہی ہے۔ زندگی کیا ہے؟ قرآن پر عمل اور صحیفہ کائنات میں تدبّر، کائنات ایک ایسا حسین نگارستان ہے جس میں ہر روز لاتعداد دل فریبیوں کا اضافہ ہوتا رہتا ہے اور یہ اضافہ خالق کی نیرنگیِ تخیل پر سب سے بڑی شہادت ہے۔

يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۝۲۹

(سورۃ الرحمٰن۔ آیت ۲۹)

ارض وسماء کی ہر چیز اللہ سے زندگی کی بھیک مانگ رہی ہے اور وہ صنّاع بے چوں ہر روز نئے نئے رنگ میں جلوہ گر ہوتا ہے۔

عدل حیاتِ اقوام ہے اور نا انصافی موت۔ دنیا میں جہاں کہیں عدل ہو رہا ہے، وہاں زندگی شباب پر ہے۔ ہے کوئی فرد یا قوم جو قوانینِ حیات کو توڑنے کے بعد سزا سے بچ سکے؟ یا اس زمین سے بھاگ نکلے؟ یہ زمین ایک قلعہ ہے جس کے چار طرف گہرے سمندر، اوپر ہوا ندارد۔ قدرے اوپر طبقہ بارِدہ، کچھ اور اوپر زہریلی شعاعوں کے طوفان، برق زدہ فضائیں کہ ذرا زمینی کشش سے آزاد ہوئے اور معاً کسی ستارے نے کھینچ کر وہ جھٹکا دیا کہ ہر بن مو سے آگ کی لپٹیں اٹھنے لگیں۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝۳۳

(سورۃ الرحمٰن۔ آیت ۳۳)

اَے جِنّو اور اِنسانو! اگر تُم زمین و آسمان کے اَطراف سے بھاگ کر نِکل سکتے ہو تو ذرا کر کے دِکھاؤ، یاد رکھو کہ سُلطان کے بغیر تُم ایسا نہیں کر سکو گے۔

اگر سُلطان کے معنی طاقت لئے جائیں اور مُراد ''علم'' لی جائے تو تفسیر یوں ہو گی کہ علم ایک ایسی طاقت ہے جس کی بدولت تُم فضا کی سیر کر سکتے ہو۔

عہدِ حاضر میں کوئلہ دُنیا کی مُہیب ترین طاقت ہے اِس کے اِستعمال سے اَقوام رُبعِ مسکوُن کو دِہلا رہی ہے اور ہم مُسلمان اِستعمالِ زغال سے نا آشنا ہونے کے باعث ننگِ دو عالم بنے ہُوئے ہیں۔ خُدا جانے مُسلم کو قرآن کی یہ آیت کیوں نہ نظر آئی؟

اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ۝٧١ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ ۝٧٢ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ۝٧٣

(سُورۃُ الواقعہ۔ آیت ۷۱ تا ۷۳)

کبھی اُس آگ (کوئلے) پر بھی غور کیا جو تُم جلاتے ہو۔ اُس کے درخت کو (جو زمین میں دب کر کوئلہ بنتا ہے) تُم نے پیدا کیا تھا ہم نے؟ ہم نے اُس کوئلہ کو تذکرہ حیات اور مُفلس اقوام کی سب سے قیمتی متاع قرار دیا ہے۔

کوئلے کے سینے میں سُورج کی شُعاعیں پنہاں ہیں اور اِنسان کے دِل میں آفتابِ اَزل کی کرنیں مُضمر ہیں۔ سیاہ کوئلہ اِنسان کو زِندہ کر سکتا ہے اور اِنسان اگر اِنسان بن جائے تو تمام کائنات میں زِندگی کے طُوفان اُٹھا سکتا ہے۔

ستارے اسی لیے فضا میں طوفانِ نور اُٹھا رہے ہیں کہ وہ ایک دستور العمل کے پابند ہیں۔ اگر آج وہ نافرمانی پر اُتر آئیں تو ایک دُوسرے سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں جس طرح شموس وکواکب کی جلوہ آرائی ایک خاص نظام کی پابندی کا نتیجہ ہے اسی طرح انسان کبھی چمک نہیں سکتا اگر وہ اپنے دستور العمل کو جس کی تفصیل الہامی کتابوں میں درج ہے نہ نبا ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾

(سورۃ الواقعہ۔ آیت ۷۵ تا ۷۷)

مشرق و مغرب کی طرف باقاعدگی کے ساتھ سفر کرنے والے ستاروں کی قسم! کاش تمہیں علم ہوتا کہ یہ کتنی بڑی شہادت پیش کی جارہی ہے کہ پیغمبر عربی ﷺ کی تعلیم انسانی موت وحیات کا مکمل دستور العمل ہے۔ جس کا نام قرآن کریم ہے۔

قرآنِ حکیم پیامِ زندگی ہے اور رسول پیغمبرِ زندگی۔ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ کوئلے اور فولاد سے اقوام زندہ ہو رہی ہیں۔ بدیگر الفاظ یہ اقوام قرآنِ حکیم کے بعض اُصول پر عمل کر رہی ہیں اور پیروانِ اسلام جو ان معادن کے استعمال سے نا آشنا ہیں، مر چکے ہیں۔ ایک مُردہ قوم پیروئے رسول نہیں ہو سکتی۔ رسول اقوام کو زندہ کرنے کے لیے آتا ہے اور جو مر چکے ہیں یا مر رہے ہیں، وہ کسی صورت میں پیروئے پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہلا سکتے۔

اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ

(سورۃ الانفال۔ آیت ۲۴)

اللہ اور رسول کی دعوت پر لبیک کہو کہ وہ تمہیں زندگی کی طرف بلا رہا ہے۔

دُنیائے اِمروزہ میں پیامِ الٰہی کو دُنیا کے ہر کونے تک پہنچانے کے لئے رحم کے ساتھ ساتھ قہر و غلبہ کی بھی ضرورت ہے جو حدید و زغال کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا ایک بے دست وپاء اور کمزور قوم کی آواز اربابِ حدید کے ایوانِ بلند تک کبھی نہیں پہنچ سکتی۔

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾

(سورۃ الحدید۔ آیت ۲۵)

ہم نے فولاد اُتارا جس میں زبردست ہیبت اور چند در چند فوائد موجود ہیں۔ ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ کون سی اقوام اِس دھات کے اِستعمال سے طاقتور بن کر خُدا اور رسول کی مدد کرنا چاہتی ہیں اللہ خود طاقتور اور غالب ہے اور ایسی ہی اقوام کو پسند کرتا ہے جن میں یہ اوصاف موجود ہوں۔

اللہ کو معلوم تھا کہ حدید و زغال کا زمانہ سِلسلہ رِسالت ختم ہونے کے بعد آئے گا اِسی لئے ''بالغیب'' کا اِضافہ فرمایا۔

زمین میں زلزلے اِس لئے آتے ہیں کہ بطنُ الارض کے مخفی خزانے اور اعماقِ بحر کے سلاسلِ جبال باہر آجائیں۔ یہ زلازل کوئی اِتفاقی حوادِث نہیں ہوتے بلکہ مشیت ایزدی سے ظہور پذیر ہوتے ہیں اور ایک خاص آئین اِن

اِنفجارات کی تہہ میں کارفرما ہوتا ہے۔

قرآنِ حکیم حیاتِ انسانی کا مکمل نظام ہے اور ہمیں اِس لئے دیا گیا ہے کہ ہمارے دِلوں میں بھی زلزلے آئیں۔ فضائل وفواضل کی معادِن نکلیں اور علوم ومعادِن کے چشمے پھوٹیں۔

اِنسان کی طرح کائنات کی باقی اشیاء کو بھی ایک ایک قرآن یعنی نظامِ حیات دِیا گیا تھا جس پر یہ نہایت تن دہی سے عمل کر رہی ہیں لیکن اِنسان قدم قدم پر اپنے نظام کو توڑ رہا ہے اور اِسی لئے پٹ رہا ہے۔ اگر اِنسانی نظامِ حیات (قرآن) بجائے اِنسان کے کسی پہاڑ کو دِیا جاتا تو پہاڑ برغبت تمام اُس کی ہر دفعہ کو نباہتا، ہلتا، پھٹتا، چشمے بہاتا اور معادِن کی ایک دُنیا باہر پھینکتا۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ

(سُورۃُ الحشر۔ آیت ۲۱)

اگر ہم یہی قرآن پہاڑ کو عطا کرتے تو وہ اِلٰہی خوف سے ہلتا اور پھٹتا۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۙ ① مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ ②

(سُورۃُ القلم۔ آیت ۱ تا ۲)

قسم ہے قلم کی اور جو کچھ لکھتے ہیں۔ تُو نہیں اپنے ربّ کے فضل سے دیوانہ۔

اِس آیت میں "بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ" کا جملہ تشریح طلب ہے اگر بِنِعۡمَةِ کی بَا کو قسمیہ قرار دیں تو معنیٰ ہوں گے "تمہارے رَب کی نعمت (قرآن) کی قسم کہ تُم مجنوں نہیں ہو" اور اگر نِعۡمَةِ کے معنیٰ "فضل" لیے جائیں تو معنیٰ ہوں گے "قلَم اور قلَم نے جو کچھ لکھا (قرآن) وہ اُس حقیقت پر شاہد ہے کہ آپ اللہ کے فضل سے دِیوانہ نہیں ہیں۔"

مُسلمانوں نے قرآنِ حکیم کی دَفعات پر عمل کر کے ثابت کر دیا کہ اُس کی ہر ہدایت زندگی کا لازوال پیام ہے، پھر اُس کے "شارِحِ اَعظم" کو دِیوانہ کہنا کہاں کا اِنصاف ہے؟ آنحضرت ﷺ کی حیرت اَنگیز ہستی اور آپ کے اِنقلاب اَنگیز پیام پر قلَم و دَوات نے اِس قدر لٹریچر مُہیّا کیا کہ دُنیا کے کسی اَور مُصلِح کے مُتعلِق اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں لکھا گیا تو کیا تمام خُدائی کی یہ آواز اِس حقیقت کا اعلان نہیں کہ

مَآ اَنۡتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ بِمَجۡنُوۡنٍ ۝۲

اگر یَسۡطُرُوۡنَ کو مُستقبِل میں لیا جائے تو یہ آیت ایک بشارت بن جاتی ہے کہ پیروانِ اِسلام اِس قدر عُلوم و فنون پیدا کریں گے کہ تمام دُنیا کے مُعلّم تسلیم کیے جائیں گے اُس وقت دُنیا پُکار اُٹھے گی کہ اِتنے بڑے بڑے مؤرخوں، فلسفیوں، مُحدِثوں، مُفسِّروں، جُغرافیہ دانوں، مُحاسبوں اور مُنجّموں کا قائد دِیوانہ نہیں ہوسکتا۔

اہلِ اِسلام کے عِلاوہ عُلمائے مغرب مثلاً کارلائل، نولڈکے، نِکلسن، وِلیم میور اور ڈریپر جیسے مُتعصّب نصرانیوں کو بھی آنحضرت صَلّی اللہ علیہ وسلّم کی عظمت کا اعتراف کرنا پڑا۔ ہر چند کہ اِن لوگوں نے آنحضرت صَلّی اللہ علیہ وسلّم پر نکتہ چینی کی ہے لیکن ساتھ ہی آپ کی بُلند تعلیم، تَدبُّر، دانش، سیاست اور دِیگر رہنمایانہ

اَوصاف پر وہ حسین مقالے لکھے ہیں کہ مَآ اَنۡتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ بِمَجۡنُوۡنٍ کی تفسیر معلوم ہوتے ہیں۔

رات کو چاند کی دھیمی دھیمی روشنی کیف و بہار کا کیا مست پیام دے رہی تھی۔ صبح ہوئی تو کائنات اپنی تمام تر رنگینیوں کے ساتھ بے حجاب ہوگئی اور جب آفتاب طلوع ہوا تو فضا میں نور کے چشمے اُبلنے لگے۔

یہ زندگی چاند کی روشنی ہے، بڑھاپا اور ظہورِ سحر اور موت طلوعِ آفتاب۔ اُس کے بعد فضاؤں میں نور کے چشمے اُبلتے نظر آئیں گے۔

كَلَّا وَالۡقَمَرِ ۝٣٢ وَالَّيۡلِ اِذۡ اَدۡبَرَ ۝٣٣ وَالصُّبۡحِ اِذَآ اَسۡفَرَ ۝٣٤ اِنَّهَا لَاِحۡدَى الۡكُبَرِ ۝٣٥

(سورۃ المدثر۔ آیت ۳۲ تا ۳۵)

مہتاب کی روشنی کی قسم، ظہورِ سحر اور طلوعِ آفتاب کی قسم کہ آخرت حیاتِ انسانی کی ایک شاندار منزل ہے۔

انبیاءؑ نے دُنیا کو عدل و احسان کی تعلیم دی اور استیصالِ شر کے لئے زندگیاں وقف کردیں۔ ان حضرات کی آمد پر دُنیا دو حصّوں میں تقسیم ہوتی رہی، معاون اور مخالف معاون جنّاتِ ارضی و اُخروی کے حقدار بنے اور مخالف تباہی و ہلاکت کے شکار۔

انسانی ہدایت کے اس انقلاب آفرین نظام پر ایک مؤرخانہ نگاہ ڈالنے کے بعد یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ بدکاروں کے لئے انتقامِ فطرت سے کوئی مفر موجود نہیں۔

وَالۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا ۝١ فَالۡعٰصِفٰتِ عَصۡفًا ۝٢ وَالنّٰشِرٰتِ نَشۡرًا ۝٣ فَالۡفٰرِقٰتِ فَرۡقًا ۝٤ فَالۡمُلۡقِيٰتِ ذِكۡرًا ۝٥ عُذۡرًا اَوۡ

نُذْرًا ﴿٦﴾ إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَوَاقِعٌ ﴿٧﴾

(سورۃ المرسلات ـ آیت ۱ تا ۷)

قسم ہے اُن ہستیوں کی جو دُنیا کو خیر و معروف کا پیام سُناتی ہیں، جو گناہوں کے خس و خاشاک کو آندھی بن کر سمیٹتی ہیں، جو برشگالی ہواؤں کی طرح رحمت کی گھٹاؤں کو کائنات کے ہر گوشے تک پہنچاتی ہیں جو دُنیا کو نیک و بد میں تقسیم کرتی ہیں جو کفر کی تاریکیوں کو شعاعِ نور بن کر چیرتی ہیں اور جو اِتمامِ حجت یا تدبر کے لئے احکامِ الٰہی سناتی ہیں کہ نتائج اعمال ٹل نہیں سکتے۔

شاعر و ساحر میں ایک خاص تشابہ ہے۔ ساحر غیر حقیقی اشیاء کو حقیقی بنا کر دِکھاتا ہے اور شاعر خیالی اشیاء کو جاذبِ قلب و نگاہ بنا کر پیش کرتا ہے۔ شاعر کا تمام زور تراشِ الفاظ پر صرف ہو جاتا ہے اور اِس لئے دُنیائے عمل سے بمنازل دُور رہتا ہے۔ یہ فطرتاً مبالغہ پسند، حساس، اِستقلال و حوصلہ سے محروم، حسن و رنگ کا دِیوانہ اور جذبات کے ہاتھ میں ایک بازیچہ ہوتا ہے۔ یہ صاحبُ الرّائے نہیں ہوتا، بلکہ گرگٹ کی طرح ہر لحظہ رنگ بدلتا ہے چونکہ شعر کہنا ایک آسان سا مشغلہ ہے جس میں دماغی تربیت، بُلند علم اور تحقیق و تلاش کی ضرورت نہیں ہوتی۔ نیز اشعار داد کے لئے کہے جاتے ہیں، اِس لئے شاعر سہل انگار، خودستا اور عیاش بن جاتا ہے اور اُس کے پیرو بھی اِسی قماش کے لوگ ہوتے ہیں۔

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ﴿٢٢٤﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ﴿٢٢٥﴾ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ﴿٢٢٦﴾

(سورۃ الشعراء ـ آیت ۲۲۴ تا ۲۲۶)

شاعروں کے پیرو گمراہ ہوا کرتے ہیں کیا تم دیکھتے نہیں کہ انہیں
کسی اُصول پر قرار حاصل نہیں ہوتا۔ یہ وادی میں بے طرح گھوم
رہے ہوتے ہیں اور اُن کے اقوال کبھی شرمندۂ عمل نہیں ہوتے۔

تاریخ اسلام پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے کے بعد یہ حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے کہ شاعر ہمیشہ زوال و ہلاکت کا قاصد رہا ہے۔ عرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کئی ہزار فصیح البیان شعراء موجود تھے اور ساتھ ہی قوم عیاشی و پست اخلاقی کی انتہائی گہرائیوں میں گری ہوئی تھی جب اس قوم نے آنکھ کھولی اور ایشیائے وسطیٰ میں ایک لرزہ خیز سلطنت کی طرح ڈالی تو معاشاعر معدوم ہو گیا۔ چند سو سال بعد مرگ و زوال کا یہ قاصد پھر کہیں سے نکل آیا۔ عباسیہ کے بڑے بڑے راویوں اور شاعروں کا تذکرہ تاریخ میں محفوظ ہے۔ حماد کو ایک لاکھ قصائد جاہلیت یاد تھے۔ ابوتمام نے چودہ ہزار اور اصمعی نے سولہ ہزار ارجوزے یاد کر رکھے تھے اور ایک مرتبہ ابوضمضم نے ہارون الرشید کو ایک سو عمرو نامی شعراء کا کلام سنایا تھا جن کی صرف ردیف الف ڈیڑھ یوم میں ختم ہوئی تھی۔ ان شعراء کے قصائد مدحیہ کا اثر لازماً سلاطین عباسیہ پر پڑتا تھا۔ چنانچہ اس خاندان کے چند آخری فرمانروا کاہل و کم کوش ہو گئے اور سیلاب تاتار میں تنکوں کی طرح بہہ گئے۔

اُندلس میں عربوں کو تبھی زوال آیا جب وہاں سینکڑوں شاعر پیدا ہو گئے تھے یہاں تک کہ سرکاری خط و کتابت بھی شعروں میں ہوتی تھی۔

ایران میں غزنوی، تیموری اور سلجوقی سیلاب کی طرح اُٹھے اور جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ اس فوری زوال کی ایک وجہ شعراء کی یاوہ گوئی تھی۔ ان کے

قصائد سے سلاطین کو دارائے ارض وسماء ہونے کا دھوکہ لگ جاتا تھا۔ نتیجتاً وہ اپنی غفلت و نادانی کا شکار بن جاتے تھے۔ محمود غزنوی کے دربار میں کم وبیش چار سو شاعر تھے۔ ملک شاہ اور سنجر کے درباری شاعروں سے کون آگاہ نہیں۔ صفوی خاندان نے کم وبیش تین سو برس تک حکومت کی اور اس عرصے میں ایک بھی کام کا شاعر پیدا نہ ہوا۔ وجہ ظاہر ہے کہ شاعر صرف دورِ انحطاط میں پیدا ہوتا ہے اور دورِ عروج میں ناپید ہو جاتا ہے۔ ہندوستان میں اردو شاعری کا عروج محمد شاہ رنگیلے کے عہد سے شروع ہوتا ہے اور یہی وہ زمانہ ہے جب خاندانِ مغلیہ کے آثارِ زوال ہر سو عیاں تھے۔ شاہ عالم ثانی نواب آصف الدولہ اور بہادر شاہ ظفر کے زمانہ میں شاعری کا وہ چرچا ہوا کہ طوفانِ شعر میں خاندانِ مغلیہ کا ٹمٹماتا ہوا چراغ گل ہو گیا۔

آج[1] کہ ہندوستان کا زوال بحدِ کمال پہنچ چکا ہے۔ شاعری پورے جوبن پر ہے۔

آئے دن شہروں میں شاعروں کی محفلیں جمتی ہیں۔ دس بیس ہرزہ سرا مل کر بیٹھ جاتے ہیں ایک صاحب ایک ہی شعر کو بار بار پڑھتے اور داد لینے کے لئے سامعین کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہیں۔ سامعین شعر کو سمجھیں یا نہ سمجھیں ''خوب مکرر، واللہ قلم توڑ دیا، سبحان اللہ اور آہا ہا کے نعرے لگاتے ہیں اور شاعر صاحب ''بندہ نوازی، قدر دانی، میں کیا ہوں، نالائق پاجی جو کچھ ہیں جناب ہی ہیں، کہہ کر داد وصول کرتے ہیں۔ مشاعرے کے بعد ہفتوں احباب سے پوچھتے رہتے ہیں کہو بھائی رات کا مشاعرہ کیسا رہا؟ مجھے تو فرصت ہی نہیں تھی، سیکریٹری صاحب کے اصرار پر چند بند موزوں کر لئے تھے، کچھ لطف بھی آیا؟ تو

1۔ (۱۹۴۲ء)

شاعر صاحب کے حواری ایک قہقہے کے بعد فرماتے ہیں۔ واللہ آپ کیوں کسرِ نفسی فرما رہے ہیں آپ کا کلام تو اِعجاز تھا اِعجاز! اگر آج داغ و امیر مینائی زندہ ہوتے تو آپ کا مُنہ چوم لیتے۔

آج اِنگلستان، جرمنی اور رُوس میں کیوں شاعروں کی وہ کثرت نہیں جو اِس وقت ہندوستان میں ہے؟ کیا اُن لوگوں کے دِل جذبات سے خالی ہیں؟ کیا وہاں ماں کو بچّے سے محبّت نہیں؟ کیا وہاں فطرت رنگین نہیں؟ سب کچھ ہے لیکن فرق ہے تو صِرف اِتنا کہ اُن کے اَچھے دِماغ سیاسی، اِقتصادی، تمدّنی، اِخلاقی اور عِلمی گتھّیاں سُلجھانے میں مصروف ہیں اور ہم مشاعرے منعقد کر رہے ہیں۔ رگِ گُل سے بُلبُل کے پَر باندھ رہے ہیں اور یار کی کمر معدوم تلاش کر رہے ہیں۔

اَنبیاء و دیگر مُصلحین عالَم کا تعلق ٹھوس حقائق سے ہوتا ہے اُن کے ہر اَقدام کا نتیجہ دو اور دو، چار کی طرح واضح ہوتا ہے اور دُوسری طرف شاعر کا واسطہ خیالات سے پڑتا ہے۔ یہ خُود خیالی، اُس کے نغمے خیالی اور اُس کی دنیا خیالی، نہ اِرادوں میں فاتحانہ بُلندیاں اور نہ عزم میں مُجاہدانہ اُستواریاں، اِنصافاً فرمائیے کہ ایسا شخص کسی قوم میں کوئی سیاسی یا اَخلاقی اِنقلاب پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے؟ یا کوئی مُصلح شعر گوئی میں پڑ کر مُصلح رہ سکتا ہے؟

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۝

(سورۃ یٰس۔ آیت ۶۹)

ہم نے رسُولِ عربی ﷺ کو شاعری نہیں سکھائی اور نہ یہ فن آپ کے شایانِ شان تھا۔

دُنیائے شعر میں کچھ مُستثنیات بھی ہیں۔ مشرق و مغرب ہر دو میں چند

ایسے شاعر ہو گزرے ہیں جنہوں نے شاعری کو گل وبلبل کی فرسودہ رٹ سے ہٹا کر بلند تر مقاصد کے لئے استعمال کیا۔ ایران میں سعدی و رومی، جرمنی میں گوئٹے اور ہندوستان میں بالمیک، بابا نانک، ٹیگور اور اقبالؒ وہ بلند پایہ مصلحین تھے جنہوں نے اپنا پیغام شعر میں دیا۔ یہ لوگ ایک خاص دل ودماغ کے مالک تھے۔ اُن کا تخیل درجۂ الہام تک پہنچا ہوا تھا اور اُن کے نغموں میں شعر و روحانیت کا عنصر ایک خاص تناسب کے ساتھ پایا جاتا تھا۔ اِن حضرات کا مقابلہ عام برساتی شاعروں سے درست نہیں اسی لئے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

بآں رازے کہ گفتم پے نبروند
زشاخِ نخلِ من خرما نخوروند
من اے میرِامم داد از تو خواہم
مرا یاراں غزل خوانے شمر دند
میری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھو
کہ میں ہوں محرمِ رازِ درونِ مے خانہ

اللہ کا سب سے بڑا معجزہ یہ کائنات ہے اگر نگارستانِ گیتی کی یہ کردا فروز نیرنگیاں کسی کج فہم کے لئے سامانِ تشفی نہیں ہوسکتیں تو پھر دریائے نیل کا پھٹنا، لاٹھی کا سانپ بننا اور فرشتوں کا مادی صورت میں متمثل ہونا بھی مفید نہیں ہوسکتا۔

ہر نبی نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلاتے وقت پہلے اُس کے اعجازِ تخلیق پر غور کرنے کی دعوت دی تھی مثلاً۔

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۲۴﴾

(سورۃ الشعراء۔ آیت ۲۳ تا ۲۴)

فرعون نے موسیٰ سے پوچھا کہ خدا کون اور کیا ہے؟ موسیٰ نے کہا وہی جو ارض وسماء اور دیگر اشیاء کا رب ہے (اگر تم یقین کرنا چاہتے ہو) تو اس مقصد کے لئے یہ کائنات کافی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو اس اللہ کی طرف بلاتے ہیں جو اوصافِ ذیل کا مالک ہے۔

الَّذِىۡ خَلَقَنِىۡ فَهُوَ يَهۡدِيۡنِ ۝۷۸ وَالَّذِىۡ هُوَ يُطۡعِمُنِىۡ وَيَسۡقِيۡنِ ۝۷۹ وَاِذَا مَرِضۡتُ فَهُوَ يَشۡفِيۡنِ ۝۸۰

(سورۃ الشعراء۔ آیت ۷۸ تا ۸۰)

جس نے مجھے پیدا کر کے میری تربیت وہدایت کا حیرت انگیز سامان بہم پہنچایا میری غذا کے لئے یہ دنیائے نباتات وحیوانات اور پینے کے لئے سمندر بادل وغیرہ بنائے اور جس نے میرے جسم میں ایسے جراثیم رکھ دیئے ہیں جو حملہ آور جراثیم مرض کا مقابلہ کر کے بیماری سے مجھے بچاتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں۔

وَمَاۤ اَسۡـئَلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ‌ ۚ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝۱۴۵

(سورۃ الشعراء۔ آیت ۱۴۵)

میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، مجھے وہ اللہ اجر دے گا جو کائنات کی ہزار در ہزار دنیاؤں کا پالن ہار ہے۔

حضرت ھُودؑ نے قومِ عاد کو کائنات کی طرف یوں متوجہ کیا:

اَمَدَّکُمۡ بِاَنۡعَامٍ وَّبَنِیۡنَ ﴿۱۳۳﴾ۚ وَجَنّٰتٍ وَّعُیُوۡنٍ ﴿۱۳۴﴾ۚ

(سورۃُ الشّعراء۔ آیت ۱۳۳ تا ۱۳۴)

اللہ نے تمہیں مویشی، بیٹے، باغات اور چشمے عطا فرمائے۔

حضرت شعیبؑ اصحابِ الایکہ کو اللہ کی صفتِ خلق پر غور کرنے کی یوں دعوت دیتے ہیں:

وَاتَّقُوا الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ وَالۡجِبِلَّۃَ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۸۴﴾ؕ

(سورۃُ الشّعراء۔ آیت ۱۸۴)

اُس اللہ سے ڈرو، جس نے تمہیں اور تم سے پہلے کئی دیگر اقوام کو پیدا کیا۔

یہ ہے مُشتے نمونہ از خروارے، ورنہ کسی اِلہامی کتاب کو اُٹھا کر دیکھو، ہر صفحہ معجزاتِ خلق کے تذکرے سے معمور ہوگا۔

ایک قوم کی ننگ و ناموس کی حفاظت اُس کے نوجوان کیا کرتے ہیں۔ اِس وقت جو سلوک یورپ اپنے نوجوانوں سے کر رہا ہے وہ ازبس افسوسناک ہے۔ یہ زنانہ سوٹ، یہ مونثانہ ادائیں، یہ عیش پرستی، یہ ناؤ ونوش، یہ عشق بازی، یہ دن میں پانچ مرتبہ تنورِ شکم تاپنا، یہ ٹینس، یہ برج اور یہ مخلوط کلب نوجوانوں کے لیے پیامِ موت بن گئے۔ عیاشی نے سہل انگار اور سہل انگاری نے اپاہج بنا دیا۔ جفاکشی کے خوگر نہ رہے، مذہب کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ اِخلاقِ فاضلہ کا خاتمہ ہو گیا۔ جرأت، شجاعت، میدان طلبی اور ذوقِ شہادت جاتا رہا، ہاتھ سے کام کرنا اور دو میل پیدل چلنا دوبھر ہو گیا۔ جوانوں کی اِس رنگین مزاجی کا نتیجہ یہ نکلا کہ

اَقوام دِنوں اور ہفتوں میں مِٹ گئیں۔

ڈِنمارک کی شِکست (۲۹ مئی ۱۹۴۰ء) کے بعد لندن کے مشہور اخبار "ڈیلی گراف" نے ۱۸ جُون ۱۹۴۰ء کو مقالۂ اِفتتاحیہ میں لکھا تھا:

"ہم ایک بات پر جس قدر افسوس کریں کم ہے اور وہ یہ کہ گزشتہ بیس برس میں ہم نے اپنے نوجوانوں کو صرف دو چیزیں سکھائیں۔ یعنی ٹینس اور گولف اور اُنہیں جہادِ زندگی کے لیے تیّار نہ کیا، جس کی سزا آج ہمیں بھگتنی پڑی۔"

فرانس کے صدر مارشل پیتان نے ۲۲ جُون ۱۹۴۰ء کو رات کے ساڑھے نو بجے ریڈیو پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"گزشتہ جنگِ عظیم کی نسبت اِس دفعہ ہمارے پاس اَسلحۂ جنگ، اَفواج اور دیگر وسائل بہت زیادہ تھے۔ ہماری حلیف سلطنتیں بھی تعداد میں کافی تھیں اور پھر ہم ہار گئے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اِس شِکست کی وُجُوہ کیا ہیں؟ اِس مسئلے پر غور کرنے کے بعد میں جس نتیجے پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمیں شِکست ہٹلر نے نہیں دی بلکہ اپنے نوجوانوں نے دی جن کا کام کھانا پینا اور عیش اُڑانا تھا۔"

آج دُنیا کو معلوم ہُوا کہ اِسلام جو کچھ کہتا تھا وہ ہمارے ہی بھلے کے لئے تھا۔ روزے اِس لئے فرض ہُوئے کہ قوم میں جفاکشی باقی رہے، زکوٰۃ کا حُکم اِس لئے دِیا گیا تھا کہ یہودیوں کی طرح دولت کی پرستش شروع نہ ہو جائے۔ نماز کا مقصد یہ تھا کہ رُوحانی و اِخلاقی فوائد کے ساتھ ساتھ قوم میں صف بندی، اطاعتِ امیر اور باقاعدگی کے اوصاف باقی رہیں۔ یورپ نے غلطی سے بنگلوں، کلبوں، موٹروں اور سینماؤں کو تہذیب و تمدّن کی آخری منزل سمجھ لیا تھا اور آج اُنہیں معلوم ہُوا کہ جسے وہ تہذیب کہتے تھے وہ درحقیقت تباہی و ہلاکت کا جہنّم تھا۔

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾

(سُورۃ التوبہ۔ آیت ۴۹)

قانُون شکن اَقوام کو جہنّم گھیرے رکھتا ہے۔

پنجاب کے ایک صاحبِ نظر سے مُلاقات ہُوئی۔ کہنے لگے کہ فرانس کی تباہی کے ذمّہ دار تین "ڈ" ہیں۔ یعنی ڈرنک (مے نوشی) ڈانس (ناچ) اور ڈِنر (رات کے کھانے) اِسلام نے آج سے ۱۳۶۲ برس پہلے دُنیا کو عیّاشی کے نتائج سے مُتنبّہ کر دِیا تھا لیکن قرآن کو جھوٹا کہنے والوں نے اُس تنبیہ پر دھیان نہ دِیا۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۗ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

(سُورۃ آلِ عمران۔ آیت ۱۴)

لوگ عورتوں، بیٹوں، سونے چاندی کے ڈھیروں نِشان لگائے ہُوئے گھوڑوں، چوپاؤں اور کھیتوں کے گرویدہ ہو چکے ہیں کاش اُنہیں معلُوم ہوتا کہ یہ سب کچھ دُنیا کی عارضی متاع ہے اور حُسنِ اَنجام تو صرف الٰہی قانُون کی پیروی کا نتیجہ ہے۔

ہندوستان کے مُہذّب طبقے نے اَقوامِ یورپ سے اگر کوئی چیز سیکھی ہے تو صرف "ڈ"۔ یورپ کے پاس تو اس زہر کا کچھ تریاق موجُود تھا یعنی محقّقین، طبیعین و مُوجدین کا ایک طاقتور گروہ جو اُس کے عیُوب کو کِسی حد تک ڈھانپ سکتا تھا لیکن یہاں صرف رنگیلے ہی رنگیلے بستے ہیں۔ شام کو پتلون کس لی اور چل دیئے کِسی مے خانے، عیش خانے یا پری خانے کی طرف۔ وہاں جا کر مے ارغوانی کے دو چار جام چڑھائے، بے گانہ عورتوں کے ساتھ ایک ہی صوفے پر بیٹھ کر غلط

انگریزی میں گپیّں ہانکیں، بہت زیادہ مہذّب ہوئے تو کچھ ناچ بھی ہو گیا اور آدھی رات کے قریب میاں مستانے گھر کو لوٹے۔ خیر سے اِس کا نام رکھا ہوا ہے، نئی تہذیب۔

وائے قومے، کشتۂ تدبیرِ غیر
کارِ او تخریب خود تعمیرِ غیر
از حیا بیگانہ پیرانِ کہن
نوجواناں چوں زناں مشغولِ تن
دردِ دل شاں آرزو ہا بے ثبات
مُردہ زایند از بطونِ اُمہات
دختراں او بزلفِ خود اسیر
شوخ چشم و خود نما و خردہ گیر
ساختہ، پرداختہ، دل باختہ
ابرواں مثلِ دو تیغِ آختہ
ساعدِ سیمین شاں عیشِ نظر
سینۂ ماہی، بموج اندر نگر
ملتے خاکستر او بے شرر
صبح او از شام او تاریک تر
آہ قومے، دل ز حق پرداختہ
مُردہ مرگِ خویش را نشناختہ

(علامہ اقبالؒ)

تہذیبِ نو کا زہر کھانے والو! اور اے نظامِ نو کے نعرے لگانے والو! یاد رکھو کہ الہامی ضوابط کے سوا کہیں نجات موجود نہیں، اگر تم اِس دُنیا میں امن سے رہنا چاہتے ہو اور نہیں چاہتے کہ ہر دس بیس برس کے بعد تمہاری بستیاں اُجڑیں اور تمہارے سروں پر آتشیں بم برسیں تو اللہ کی حبلُ المتین کو تھام لو۔ اگر تمام قانون پر عمل نہیں کر سکتے تو صرف ایک دفعہ کو اپنا لو۔ تمہارے مصائب ختم ہو جائیں گے اور وہ ہے ''انصاف'' اپنے آپ کے ساتھ انصاف، مُلازموں، ماتحتوں، مملوکوں اور نو آبادیوں کے ساتھ انصاف، ہمسایہ مُلکوں اور دُنیا کی دیگر قوموں کے ساتھ انصاف، انصاف وہ کیمیا ہے جس سے تمہاری حیاتِ ملی و شخصی سُنہری بن جائے گی۔ اِس سے تمہاری سیاست اُستوار اور تمہاری حکومت پائیدار ہو جائے گی اور تمام عالم تمہاری بقاء کی دُعا مانگے گا۔

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴿٩﴾

(سُورۃُ الرّحمٰن۔ آیت ۹)

دُنیا کا توازُن قائم رکھو اور ترازُو کو ایک طرف مت جُھکنے دو۔

ایک بشارت

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں جب بصرہ کے پاس ایرانی آتش پرستوں نے رُومیوں کو شکست دی تو مُشرکین نے مُسلمانوں کو طعنے دیئے کہ عیسائی تقریباً تمہارے مذہبی بھائی تھے لیکن ایرانیوں نے اُن کی خوب خبر لی۔ اِس پر مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی:

غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿٢﴾ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ﴿٣﴾ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۗ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ

بَعْدُ ۚ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ۝

(سورۃ الروم۔ آیت ۲ تا ۴)

اِس آیت میں دو بشارتیں دی گئی تھیں۔ اول یہ کہ چند سال کے اندر اندر رُومی اِیرانیوں کو شکست دیں گے۔ دوم وہاں اللہ کی حکومت قایم ہو جائے گی جس سے مُسلمانوں کو مُسرّت ہوگی۔

حضرت ابُوبکرؓ نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ ''بِضعِ سِنِین'' سے کیا مُراد ہے؟

فرمایا ''بَینَ الثّلاثِ اِلَی التِّسعِ'' (یعنی تین سے نو سال تک)

اِس آیت کے سات سال بعد رُومیوں نے اِیرانیوں کو شکست دی اور پُورے نو برس بعد دمشق پر مُسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تو گویا ہر دو بشارتیں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد پُوری ہو گئیں۔

یہ ٹھوس تاریخی حقائق ہیں جنہیں جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ مجھے اُن اصحاب کی عقل پر حیرت ہوتی ہے جو اُن بشارات کی موجودگی میں قرآن کو جھٹلاتے پھرتے ہیں۔

نکتہ: یہ جنگ اِیرانیوں اور رُومیوں کے درمیان ہوئی تھی۔ پہلی جنگ میں اِیرانی غالب آئے تھے۔ حیرت ہے کہ اللہ نے مغلوب رُومیوں کا تو ذِکر کیا لیکن اہلِ اِیران کا نام تک نہ لیا۔ یہ غالباً اِشارہ تھا اِس حقیقت کی طرف کہ رُومیوں کی حکومت دُنیا میں باقی رہے گی اور ساسانی یُوں میٹ دیئے جائیں گے جس طرح اُن کا ذِکر قرآن سے محو کر دیا گیا۔

ترجمہ: عرب کے پاس ہی ایک جنگ میں اہلِ رُوم مغلوب ہو گئے ہیں لیکن چند سال کے بعد وہ پھر غالب ہوں گے۔ اِس

سرزمین پر (داوٗدؑ و سُلیمانؑ کے عہد میں) اللہ کی حکومت رہی اور اب پھر وہی حکومت قائم ہو جائے گی اُس روز اہلِ ایمان بہت مسرور نظر آئیں گے۔

عورت ایّامِ شباب میں حسین ہوتی ہے۔ یہی حسن زن و شوہر میں باعثِ اُلفت بنتا ہے۔ بڑھاپے میں حُسن وعشق ہر دو رخصت ہو جاتے ہیں اور عشق کی جگہ شفقت لے لیتی ہے۔ آیہ ذیل میں رحمت (شفقت) سے پہلے مودت کا ذکر کچھ اُسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْۤا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

(سورۃ الروم۔ آیت ۲۱)

الٰہی آیات میں سے ایک یہ ہے کہ اُس نے تمہارے جذباتِ بہیمی میں سکون پیدا کرنے کے لئے تمہیں ہم جنس بیویاں عطا فرمائیں اور تمہیں محبت و شفقت کے رشتوں سے باندھ دیا۔ سوچنے والوں کے لئے یہاں کچھ اسباق پنہاں ہیں۔

جس طرح شہد سازی نحل کی فطرت ہے اُسی طرح نیکی انسان کی فطرت میں داخل ہے۔

سوال: اگر نیکی انسان کی فطرت میں داخل ہے تو چور، چوری اور زانی، زنا کے بعد خوش کیوں ہوتا ہے؟

جواب: یہ لوگ بعض حالات سے مجبور ہو کر اُن جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں ورنہ سیاہ کاریوں سے یہ بھی متنفر ہیں۔ اگر کسی چور کے گھر ڈاکہ ڈالا جائے یا زانی کی

لڑکی کی طرف کوئی بُوالہوس بُری نگاہ سے دیکھ لے تو یہ لوگ دفورِ غضب سے کھولنے لگتے ہیں تو ثابت ہُوا کہ یہ لوگ بھی گُناہ کو گُناہ ہی سمجھتے ہیں ورنہ اُن اعمال کو نیکی سمجھتے تو بجائے اِنتقام لینے کے حملہ آوروں کو شاباش دیتے۔

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙ

(سُورۃُ الرّوم۔ آیت ۳۰)

اِنسان کو اللہ نے خدائی فِطرت عطا کی ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی اُس فِطرت کے رُجحانات کا نام مذہب ہے۔

شہد کی مکھی اپنی فطرت سے کام لے کر شہد بنا رہی ہے۔ پودوں کی فِطرت پھُول کھِلا رہی ہے اور درخت اپنے نِظام کو نباہنے کے بعد ازہار و اِثمار کی حسین دُنیائیں تعمیر کر رہے ہیں۔ اِنسان کی فِطرت احسن و اکمل ہے۔ اگر ایک مکھی نِظامِ فِطرت سے کام لے کر اِس قدر کمال دِکھا سکتی ہے تو اِنسان اپنے نِظام پر چل کر خدا جانے کیا کچھ کر دکھائے لیکن مُصیبت تو یہی ہے کہ یہ اپنے نِظام سے دُور بھاگتا ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ

(سُورۃُ العادیات۔ آیت ٦)

اِنسان اپنے رَبّ کا ناشکر گزار ہے۔

کائنات کے مُختلف مناظر میں اِس قدر تعاون ہے کہ یہ سب ایک کنبے کے افراد معلوم ہوتے ہیں۔ اِنسانی غذا تیار کرنے کے لیے زمین، ہوا، سورج، پہاڑ اور سمندر سب مِل کر کام کرتے ہیں۔ خزاں کے بعد جب موسم بہار اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے تو نباتات کی تخلیقِ ثانی کے لیے کائناتی اِنجن کا

ہر پُرزہ محوِعمل ہو جاتا ہے۔ سُورج صحراؤں کو گرماتا ہے، ہوائیں بُخارات کو اُٹھا کر ہمالہ کی طرف گرم پرواز ہو جاتی ہیں، وہاں بادل تعمیر ہوتے ہیں جو زمینِ مُردہ پر برستے ہیں اُس کے قوائے نامیہ بیدار ہوتے ہیں۔ زمینی بیکٹیریا کام پر لگ جاتا ہے اور اِس طرح نباتات کی تخلیقِ ثانی وقوع میں آتی ہے۔

اللہ کے لئے نہ تو خلقِ اوّل دُشوار تھی اور نہ خلقِ ثانی۔ انسانی دُنیا میں ہم ہر روز خلقِ اوّل کا تماشا دیکھتے ہیں اور عالمِ نباتات میں ہر سال خلقِ ثانی کے مناظر سامنے آتے ہیں۔ کائنات کی مشینری میں خلق کی زبردست اِستعداد موجود ہے۔ یہ سُورج، سمندر اور ہوا وغیرہ اِس مشین کے پُرزے ہیں جو ایک چھوٹے سے ذرّے یعنی اِنسان تک کے لئے جُنبش میں آجاتے ہیں۔

ایک آدمی چارپائی تیار کرنے لگتا ہے تو پہلے دِماغ میں سوچتا ہے پھر پاؤں چل کر بازار سے سُوتری وغیرہ لاتے ہیں۔ آنکھیں دیکھتی ہیں اور ہاتھ بُنتے ہیں۔ اِسی طرح کائنات ایک جسم کی طرح ہے جس کے مُختلف اعضا مِل کر کام کو سرانجام دیتے ہیں۔

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۝

(سُورۃ لُقمان۔ آیت ۲۸)

تُم سب کا پہلا اور دُوسرا جنم نفسِ واحدہ کی طرح ہے۔

سدُّ العَرِم

اَہلِ سبا (یمن) کا مشہور شہر مآرب تھا جس کے جنوب مغرب میں پہاڑوں کا ایک طویل سِلسلہ سینکڑوں میل تک پھیلا ہُوا تھا۔ ایک نالہ اُن پہاڑوں کے جنوب مغرب سے نکل کر وادِیٔ اُونہ میں شُمال مشرق کی طرف بہتا تھا۔ مآرب

کے ایک فرمانروا عبدِ شمس نے اُس پانی کے آگے ایک بند لگایا جو سدُّ العرم کے نام سے مشہور ہُوا اُس بند کی لمبائی شرقاً غرباً ۲۴۰۰ فٹ، اُونچائی ۴۲ فٹ اور چوڑائی ۴۵۰ فٹ تھی۔ اُس بند سے دو نہریں نکالیں جو شہر کے دو باغوں (ایک شہر کے دائیں اور دُوسرے بائیں طرف) کو سیراب کرتی تھیں۔ جب اہلِ سبا عیاش ہو گئے اور اُس بند کی مرمت تک سے غافل ہو گئے تو ایک روز یہ بند ٹوٹ گیا اور تمام شہر سیلاب میں بہہ گیا۔

سدُّ العرم کا قصہ نہ تو صفحاتِ تاریخ میں محفوظ رہا تھا اور نہ اذہانِ انسانی میں۔ قرآنِ حکیم نے اِس داستان سے پردہ اُٹھایا اور آج اُس بند کے کھنڈرات برآمد ہو کر قرآنِ حکیم کے الہامی ہونے پر شہادت دے رہے ہیں۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ

(سُورۂ سبا۔ آیت ۱۵ تا ۱۷)

اہلِ سبا کے خُوبصورت گھر قُدرتِ الٰہی کا کرشمہ تھے۔ شہر کے دائیں بائیں دو باغ تھے تاکہ لوگ اللہ کا رزق کھا کر اُس کا شُکر ادا کریں۔ شہر نہایت خُوبصورت تھا اور باشندوں پر اللہ مہربان تھا۔ اُن لوگوں نے اللہ سے مُنہ پھیر لیا نتیجتاً ہم نے اُن پر سیلِ عرم بھیجا۔ اُن کے باغ مٹا دیئے اور وہاں بدمزہ پودے جھاؤ کے

درخت اور کچھ بیری کے جھاڑ اُگا دیے، یہ تھی سزا اُن کے کفر کی۔

اَعْرَضُوْا کے یہ معنیٰ بھی ہو سکتے ہیں کہ اُن لوگوں نے اُس بند کی مرمّت سے غفلت کی۔

طُوفانِ نُوح کی گُزرگاہ

جرمنی کے ایک مُحقّق نے ثابت کیا ہے کہ بہت قدیم زمانے میں افریقہ و امریکہ باہم ملے ہوئے تھے اور یہ درمیانی خِطّہ اطلانطیس کہلاتا تھا۔ کسی زلزلے کی وجہ سے یہ درمیانی خطّہ ڈوب گیا اور ہر دو برّاعظم علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ مُحقّق مذکور اِس نظریے پر تین دلائل پیش کرتا ہے۔

(۱) افریقہ کے مغربی ساحل اور امریکہ کے مشرقی ساحل کے نباتات بالکل ملتے جلتے ہیں جن سے شبہ ہوتا ہے کہ کسی وقت یہ دونوں خطّے ایک تھے۔

(۲) اہرامِ مصر کی طرح میکسیکو سے بھی اہرام کے آثارِ باقیہ برآمد ہوئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اِن دونوں خطّوں میں کسی وقت ایک ہی قوم آباد تھی جس کا تمدّن اور فنِ عمارت ایک جیسا تھا۔

(۳) نیز ہر دو ممالک کے پرانے برتن اور مجسمے بھی ہم رنگی مذاق پر شہادت دیتے ہیں۔

اِس مُحقّق کا خیال یہ ہے کہ طُوفانِ نُوح اطلانطیس میں آیا تھا اور یہ طُوفان کسی زلزلے کا نتیجہ تھا۔ بعض دیگر مُحقّقین کا خیال یہ ہے کہ یہ طُوفان لیموریا میں آیا تھا۔ لیموریا خشکی کا وہ قطعہ تھا جو جنوبی افریقہ اور عرب کو باہم ملاتا تھا اور اب ڈوب چکا ہے ایک اور مؤرّخ کی رائے یہ ہے کہ یہ طُوفان عراق کے شمال میں فرات کی طغیانی کی وجہ سے آیا تھا اور ایک بہت بڑا شہر یعنی اُدر (جو ۳۵۰۰ ق م

بُہت ترقی پذیر تھا) تباہ ہو گیا تھا۔

یہ نظریہ کچھ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ قرآن کی تفصیل کے علاوہ "تاریخ مِلَل قدیمہ" کا ایک واقعہ بھی اُس کی تصدیق کرتا ہے۔ اُس تاریخ میں درج ہے:

"کالڈیہ کی سلطنت میں بَعل نامی ایک دیوتا کو انسانوں پر غصہ آیا۔ اُس نے شاہِ کالڈیہ کسوتھرس (Casouthrous) کو طوفان آنے کی خبر دی اور حکم دیا کہ کشتی بنا کر ہر جنس[1] کا جوڑا اُس میں رکھ لے، پھر بارش ہوئی یہاں تک کہ اِردگرد کے علاقے پانی میں ڈوب گئے اور کشتی آرمینیہ کے پہاڑ کے ساتھ جا لگی۔

قرآنِ حکیم میں درج ہے:

---

(1) حضرت نوحؑ کو بھی حکم دیا گیا تھا کہ

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ ﴿٣٧﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ ۚ قَالَ إِن تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ﴿٣٨﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٣٩﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِن كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَن سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ ۚ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٤٠﴾

(سُورۃ ھود۔ آیت ۳۷ تا ۴۰)

اور ایک کشتی ہمارے حکم سے ہمارے رُوبرو بناؤ۔ اور جو لوگ ظالم ہیں اُنکے بارے میں ہم سے کچھ نہ کہنا کیونکہ وہ ضرور غرق کر دیئے جائیں گے۔ تو نوحؑ نے کشتی بنانی شروع کر دی۔ اور جب اُن کی قوم کے سردار اُن کے پاس سے گزرتے تو اُن سے تمسخر کرتے۔ وہ کہتے کہ اگر تم ہم سے تمسخر کرتے ہو تو جس طرح تم ہم سے تمسخر کرتے ہو اسی طرح ایک وقت ہم بھی تم سے تمسخر کریں گے۔ اور تم کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اُسے رُسوا کرے گا اور کس پر ہمیشہ کا عذاب نازل ہوتا ہے؟ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور تنور جوش مارنے لگا تو ہم نے (نوحؑ کو) حکم دیا کہ ہر قسم (کے جانداروں) میں سے جوڑا جوڑا (یعنی) دو (دو جانور ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ) لے لو اور جس شخص کی نسبت حکم ہو چکا ہے (کہ ہلاک ہو جائے گا) اُس کو چھوڑ کر اپنے گھر والوں کو اور جو ایمان لایا ہو اُس کو کشتی میں سوار کر لو اور اُن کے ساتھ ایمان بہت ہی کم لوگ لائے تھے۔

وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ ○

(سورۃ ھود۔ آیت ۴۴)

حضرت نوحؑ کی کشتی جودی پہاڑ کے ساتھ جا لگی۔

جودی شام اور آرمینیہ کی سرحد پر ایک پہاڑ کا نام ہے۔

تاریخ مللِ قدیمہ کا قصہ قرآن کے عین مطابق ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن میں صاحبِ کشتی کا نام نوح اور وہاں کسوتھرس دیا ہوا ہے چونکہ ناموں کی صورت مختلف زبانوں میں بدل جاتی ہے مثلاً ہم حضرت عیسیٰؑ کو عیسیٰ اور انگریز جیسس اور کرائسٹ کہتے ہیں۔ داؤدؑ کو ڈیوڈ اور یحییٰؑ کو یوحنا بنا رکھا ہے۔ اسی طرح ممکن ہے کہ قدیم زمانے کا کسوتھرس عربی میں نوح بن گیا ہو۔

بہرحال ان دونوں بیانوں سے یہ بات واضح ہے کہ طوفان عراق اور اس کے شمالی حصوں میں آیا تھا۔

اسلامی کھیتی

قرآن حکیم میں آنحضرت ﷺ کی تیار کردہ قوم کی جا بجا تعریف کی گئی ہے۔ ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖۛ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ ○

(سورۃ الفتح۔ آیت ۲۹)

محمد اللہ کے رسول ہیں آپ کے ساتھی کفار کے مقابلہ میں سخت اور آپس میں نرم ہیں ہر وقت رکوع و سجود میں پڑے اللہ سے فضل و رحمت مانگتے رہتے ہیں۔ جبیں پر آثارِ سجود ہیں اُن کے حالات تورات و انجیل میں بھی مذکور ہیں۔ یہ قوم اُس کھیتی کی طرح ہے جس نے پہلے ایک ڈنڈی نکالی جو مضبوط ہو کر موٹی ہو گئی یہاں تک کہ اپنے بل پر سیدھی کھڑی ہو گئی اس کھیتی کو دیکھ کر کسان خوش ہوا اور کفار جل مرے۔

یہ اسلامی کھیتی کس طرح پھلی پھولی اور اُس کی شاخیں کہاں کہاں تک پھیلیں، جدول ذیل میں ملاحظہ ہو:

نمبر	سلسلہ سلاطین	تعداد ملوک	پایہ تخت	سال ابتداء	سال اختتام	عرصہ حکومت
۱	خلفائے راشدین	۴	مدینہ	سنہ ۱۱ھ	سنہ ۴۰ھ	۲۹ سال
۲	اُمیہ	۱۴	دمشق	سنہ ۴۱ھ	سنہ ۱۳۲ھ	۹۱ سال
۳	عباسیہ	۳۷	بغداد	سنہ ۱۳۲ھ	سنہ ۶۵۶ھ	۵۲۴ سال
۴	اُمیہ (اسپین)	۲۳	قرطبہ	سنہ ۱۳۸ھ	سنہ ۴۲۲ھ	۲۸۴ سال
۵	الحمودیہ (اسپین)	۱۲	مالقہ	سنہ ۴۰۷ھ	سنہ ۴۳۹ھ	۳۲ سال
۶	الحمودیہ (اسپین)	۲	الجزیرہ	سنہ ۴۳۱ھ	سنہ ۴۵۰ھ	۱۹ سال
۷	العبادیہ (اسپین)	۳	اشبیلیہ	سنہ ۴۱۴ھ	سنہ ۴۸۴ھ	۷۰ سال
۸	الزیریہ (اسپین)	۵	غرناطہ	سنہ ۴۰۳ھ	سنہ ۴۸۳ھ	۸۰ سال
۹	الجہوریہ (اسپین)	۳	قرطبہ	سنہ ۴۲۲ھ	سنہ ۴۶۱ھ	۳۹ سال
۱۰	ذوالنونیہ (اسپین)	۳	طلیطلہ	سنہ ۴۲۷ھ	سنہ ۴۷۸ھ	۵۱ سال
۱۱	العامریہ (اسپین)	۷	دانیہ	سنہ ۴۱۲ھ	سنہ ۴۷۸ھ	۶۶ سال

نمبر	سلسلہ سلاطین	تعداد ملوک	پایہ تخت	سالِ ابتداء	سال اختتام	عرصہ حکومت
۱۲	تجیبی (اسپین)	۹	سرقوسہ	۴۱۰ھ	۵۳۶ھ	۱۲۶سال
۱۳	ملوک دانیہ	۲	دانیہ	۴۰۸ھ	۴۶۸ھ	۶۰ سال
۱۴	بنی نصر	۲	غرناطہ	۶۲۹ھ	۸۹۷ھ	۲۶۸سال
۱۵	الادارسہ (افریقہ)	۱۰	مراکش	۱۷۲ھ	۳۷۵ھ	۲۰۳سال
۱۶	الاغالبہ (افریقہ)	۱۱	تیونس	۱۸۴ھ	۲۹۶ھ	۱۱۲سال
۱۷	زیریہ (افریقہ)	۸	تیونس	۳۶۲ھ	۵۴۳ھ	۱۸۱سال
۱۸	بنوحماد (الجزائر)	۹	جزائر	۴۳۸ھ	۵۴۸ھ	۱۱۰سال
۱۹	مرابطون (الجزائر)	۶	مراکش وغیرہ	۴۴۸ھ	۵۴۱ھ	۹۳سال
۲۰	الموحدون (افریقہ)	۱۳	شمالی افریقہ	۵۲۴ھ	۶۶۸ھ	۱۴۴سال
۲۱	بنوزیان (افریقہ)	۹	جزائر الغرب	۶۳۳ھ	۷۹۶ھ	۱۶۳سال
۲۲	بنومرین (افریقہ)	۲۹	مراکش	۵۹۱ھ	۸۷۵ھ	۲۸۴سال
۲۳	الشرفا (افریقہ)	۲۵	مراکش	۹۵۱ھ	جاری ہے	
۲۴	الطولونیہ (افریقہ)	۵	مصر	۲۵۴ھ	۲۹۲ھ	۳۸سال
۲۵	اخشیدیہ (افریقہ)	۵	مصر	۳۲۳ھ	۳۵۸ھ	۳۵سال
۲۶	فاطمیہ (افریقہ)	۱۴	قاہرہ	۲۹۷ھ	۵۶۸ھ	۲۷۱سال
۲۷	ایوبیہ (افریقہ)	۴۵	قاہرہ شام	۵۶۴ھ	۶۴۸ھ	۸۴سال
۲۸	ممالیک البحر (افریقہ)	۳۰	قاہرہ شام وغیرہ	۶۴۸ھ	۷۶۲ھ	۱۱۴ سال
۲۹	بنوحفص (افریقہ)	۲۳	تیونس	۶۲۵ھ	۹۴۱ھ	۳۱۶سال
۳۰	ممالیک برجی	۲۴	قاہرہ	۷۸۴ھ	۹۲۲ھ	۱۳۸سال

نمبر	سلسلۂ سلاطین	تعداد ملوک	پایۂ تخت	سالِ ابتداء	سالِ اختتام	عرصۂ حکومت
۳۱	خدیویہ	۱۰	قاہرہ	۱۲۲۰ھ	۱۳۷۲ھ	۱۵۲ سال[1]
۳۲	زیادیہ	۵	زُبید (یمن)	۲۰۴ھ	۴۰۹ھ	۲۰۵ سال
۳۳	یعفوریہ	۱۰	صنعا (یمن)	۲۴۷ھ	۳۴۵ھ	۹۸ سال
۳۴	نجاحید	۸	زُبید (یمن)	۴۱۲ھ	۵۵۳ھ	۱۴۱ سال
۳۵	صلیحیہ	۳	صنعا (یمن)	۴۲۹ھ	۴۹۵ھ	۶۶ سال
۳۶	حمدانیہ	۸	صنعا (یمن)	۴۹۲ھ	۵۶۹ھ	۷۷ سال
۳۷	مہدیہ	۳	زبید (یمن)	۵۵۴ھ	۵۶۹ھ	۱۵ سال
۳۸	زریعیہ	۸	عدن	۴۷۶ھ	۵۶۹ھ	۹۳ سال
۳۹	رسُولیہ	۱۷	یمن	۶۲۶ھ	۸۵۸ھ	۲۳۲ سال
۴۰	ایُّوبیان (یمن)	۶	یمن	۵۶۹ھ	۶۲۵ھ	۵۶ سال
۴۱	طاہریہ	۴	یمن	۸۵۰ھ	۹۲۳ھ	۷۳ سال
۴۲	الائمۃ الرسیہ	۱۷	صعدہ (یمن)	۲۸۰ھ	۷۰۰ھ	۴۲۰ سال
۴۳	ائمۂ صنعا		صنعا	۱۰۰۰ھ	جاری ہے	
۴۴	حمدانیہ	۹	مُوصل	۲۱۷ھ	۳۹۴ھ	۱۷۷ سال
۴۵	مرادیہ	۷	حلب	۴۱۴ھ	۴۷۲ھ	۵۸ سال
۴۶	عقیلیہ	۱۱	مُوصل	۳۸۶ھ	۴۸۹ھ	۱۰۳ سال
۴۷	مروانیہ	۵	دیارِ بکر (شام)	۳۸۰ھ	۴۸۹ھ	۱۰۹ سال

(۱) محرّم ۱۳۷۲ھ میں سلسلۂ خدیویہ کے آخری فرمانروا شاہ فاروق کو جنرل محمد نجیب نے مصر سے نکال کر جمہوریہ کی بنیاد ڈال دی)

نمبر	سلسلہ سلاطین	تعداد ملوک	پایہ تخت	سالِ ابتداء	سالِ اختتام	عرصہ حکومت
۴۸	مزیدیہ	۸	الحِلّہ	۴۰۳ھ	۵۴۵ھ	۱۴۲سال
۴۹	دلفیہ	۵	کردستان	۲۱۰ھ	۲۸۵ھ	۷۵سال
۵۰	ساجیہ	۴	آذربائیجان	۲۶۸ھ	۳۱۸ھ	۵۰سال
۵۱	علویہ	۵	طبرستان	۲۵۰ھ	۳۱۶ھ	۶۶سال
۵۲	طاہریہ	۵	خراسان	۲۰۵ھ	۲۵۹ھ	۵۴سال
۵۳	صفاریہ	۳	فارس	۲۵۴ھ	۲۹۰ھ	۳۶ سال
۵۴	سامانیہ	۱۰	ترکستان	۲۶۱ھ	۳۸۹ھ	۱۲۸سال
۵۵	خاناتِ ایلاک	۲۶	ترکستان	۳۲۰ھ	۵۶۰ھ	۲۴۰سال
۵۶	زیادیہ	۶	جرجان	۳۱۶ھ	۴۳۴ھ	۱۱۸سال
۵۷	حسنویہیہ	۳	کردستان	۳۴۸ھ	۴۰۶ھ	۵۸سال
۵۸	بویہیہ	۲۷	عراق وغیرہ	۳۲۰ھ	۴۴۸ھ	۱۲۸سال
۵۹	کاکوی	۲	کردستان	۳۹۸ھ	۴۴۳ھ	۴۵سال
۶۰	سلاجقہ	۵۱	مغربی ایشیا	۴۲۹ھ	۷۰۰ھ	۲۷۱سال
۶۱	دانشمندیہ	۵	ملاطیہ وغیرہ	۴۹۰ھ	۵۶۰ھ	۷۰سال
۶۲	اتابکہ بوری	۶	دمشق	۴۹۷ھ	۵۴۹ھ	۵۲سال
۶۳	زنگی	۲۰	شام وغیرہ	۵۲۱ھ	۶۴۸ھ	۱۲۷سال
۶۴	امرائے بکتگینی	۳	اربلا	۵۳۹ھ	۶۳۰ھ	۹۱سال
۶۵	امرائے ارتقیہ	۲۵	دیارِ بکر وغیرہ	۴۹۵ھ	۸۱۱ھ	۳۱۶سال

نمبر	سلسلہ سلاطین	تعداد ملوک	پایۂ تخت	سالِ ابتداء	سالِ اختتام	عرصۂ حکومت
۶۶	شاہانِ آرمینیہ	۸	آرمینیہ	۴۹۳ھ	۶۰۴ھ	۱۱۱ سال
۶۷	امرائے آذربائیجان	۵	آذربائیجان	۵۳۱ھ	۶۲۲ھ	۹۱ سال
۶۸	سلغریہ	۹	فارس	۵۴۳ھ	۶۸۶ھ	۱۴۳ سال
۶۹	ہزار اسپیہ	۱۴	لورستان	۵۴۳ھ	۷۴۰ھ	۱۹۷ سال
۷۰	شاہانِ خوارزم	۸	خوارزم	۴۷۰ھ	۶۲۸ھ	۱۵۸ سال
۷۱	خانانِ قتلغیہ	۸	کرمان	۶۱۹ھ	۷۰۳ھ	۸۴ سال
۷۲	آلِ عثمان	۳۷	قسطنطنیہ	۶۹۹ھ	۱۳۳۶	۶۳۷ سال [۱]
۷۳	خاندانِ مغول	۳۴	زنگاریہ وغیرہ	۶۰۳ھ	۱۰۴۳ھ	۴۴۰ سال
۷۴	مغولِ فارس	۱۷	فارس	۶۵۴ھ	۷۵۰ھ	۹۶ سال
۷۵	خاندانِ اُردو	۴۰	شمال جیحون	۶۲۱ھ	۹۰۷ھ	۲۸۶ سال
۷۶	خانانِ القرم	۶۲	القرم	۸۲۳ھ	۱۱۹۷ھ	۳۷۴ سال
۷۷	خانانِ چغتائی	۲۸	تُرکستان	۶۲۴ھ	۷۶۰ھ	۱۳۶ سال
۷۸	جلائری	۶	عراق	۷۳۶ھ	۸۱۴ھ	۷۸ سال
۷۹	مُظفری	۶	فارس وغیرہ	۷۱۳ھ	۷۹۵ھ	۸۲ سال
۸۰	سربداری	۱۲	خراسان	۷۳۷ھ	۷۸۳ھ	۴۶ سال
۸۱	کرتی	۸	ہرات	۶۴۳ھ	۷۹۱ھ	۱۴۸ سال

([۱] آلِ عُثمان کا سلسلہ ۱۹۱۸ء میں ختم ہو گیا تھا۔ اُس کے بعد مُصطفیٰ کمال اتاتُرک نے اتحادی اقوام کو تُرکی سے نِکال کر ایک جمہوریہ کی بُنیاد ڈالی جس کا پہلا صدر خُود اتاتُرک ہے۔ برق)

نمبر	سلسلہ سلاطین	تعداد ملوک	پایۂ تخت	سالِ ابتداء	سالِ اختتام	عرصۂ حکومت
۸۲	قراقویون لو	۵	آذربائیجان	۷۸۰ھ	۸۷۴ھ	۹۴ سال
۸۳	امرائے آق قویون لو	۱۲	آذربائیجان	۷۸۰ھ	۹۰۸ھ	۱۲۸ سال
۸۴	شاہانِ ایران	۲۳	تہران	۹۰۷ھ	جاری ہے	
۸۵	تیموری	۱۱	ترکستان	۷۷۱ھ	۹۰۶ھ	۱۳۵ سال
۸۶	شیبانی	۲۰	ترکستان	۹۰۶ھ	۱۰۰۷ھ	۱۰۱ سال
۸۷	امرائے منگیت	۶	ترکستان	۱۲۰۰ھ	۱۲۸۴ھ	۸۴ سال
۸۸	شاہانِ خیوا	۳۵	ترکستان	۹۲۱ھ	۱۲۸۹ھ	۳۶۸ سال
۸۹	شاہانِ خوقند	۱۹	ترکستان	۱۱۱۲ھ	۱۲۹۳ھ	۱۸۱ سال
۹۰	جانی	۱۱	استرخان	۱۰۰۷ھ	۱۲۰۰ھ	۱۹۳ سال
۹۱	غزنوی	۲۲	افغانستان و پنجاب	۳۵۱ھ	۵۸۲ھ	۲۳۱ سال
۹۲	غوری	۱۰	افغانستان و ہند	۵۴۳ھ	۶۱۲ھ	۶۹ سال
۹۳	سلاطینِ دہلی	۳۸	دہلی	۶۰۲ھ	۹۶۲ھ	۳۶۰ سال
۹۴	ملوکِ بنگال	۵۹	کلکتہ	۵۹۹ھ	۹۸۴ھ	۳۸۵ سال
۹۵	ملوکِ جونپور	۶	جونپور	۷۹۶ھ	۹۰۵ھ	۱۰۹ سال
۹۶	ملوکِ مالوہ	۷	مالوہ	۸۰۴ھ	۹۳۷ھ	۱۳۳ سال
۹۷	گجرات	۱۴	گجرات	۷۹۹ھ	۹۸۰ھ	۱۸۱ سال
۹۸	خاندیس	۱۱	خاندیس	۸۰۱ھ	۱۰۰۸ھ	۲۰۷ سال
۹۹	ملوکِ بہمنی	۱۸	دکن	۷۴۸ھ	۹۲۳ھ	۱۷۵ سال

نمبر	سلسلہ سلاطین	تعداد ملوک	پایہ تخت	سال ابتداء	سال اختتام	عرصہ حکومت
۱۰۰	ملوکِ عمادیہ	۵	برار	۸۹۰ھ	۹۸۰ھ	۹۰ سال
۱۰۱	ملوکِ کشمیر	نامعلوم	کشمیر	۷۳۵ھ	۹۹۵ھ	۲۶۰ سال
۱۰۲	ملوکِ نظامیہ	۱۰	احمد نگر	۸۹۶ھ	۱۰۰۴ھ	۱۰۸ سال
۱۰۳	ملوکِ برید	۵	برید	۸۹۷ھ	۱۰۱۸ھ	۱۲۱ سال
۱۰۴	ملوکِ عادلہ	۸	بیجاپور	۸۹۵ھ	۱۰۹۷ھ	۲۰۲ سال
۱۰۵	ملوکِ قطبیہ	۵	گولکنڈہ	۹۱۸ھ	۱۰۹۸ھ	۱۸۰ سال
۱۰۶	ملوکِ مغل	۲۱	دہلی	۹۳۲ھ	۱۲۷۵ھ	۳۴۳ سال
۱۰۷	افغانستان	۱۶	کابل	۱۱۶۰ھ	جاری ہے	
۱۰۸	سلطنتِ سعودیہ[1]	۱	ریاض	۱۳۴۲-۴۳ھ	جاری ہے	
۱۰۹	ملوکِ عراق[1]	۳	بغداد	۱۳۳۸-۳۹ھ	جاری ہے	

نوٹ: یہ معلومات صحیح ترین اور بہترین ماخذ سے حاصل کی گئی ہیں۔

---

(۱) ۱۰۸، ۱۰۹ کی تواریخ قیاساً درج کردی گئی ہیں۔ ممکن ہے اصلی تواریخ اور اُن میں کچھ اختلاف ہو)

بعض سورتوں کے مطالب

وَالفَجرِ

جب ایک مُلزِم کے پاس اپنی مُدافعت کے لئے کوئی شہادت موجود نہیں ہوتی تو وہ اللہ کی قسم کھا کر اپنی براَت ثابت کیا کرتا ہے۔ بدیگر الفاظ وہ اللہ کی شہادت پیش کرتا ہے اِس لئے قسم کے معنی ہوں گے شہادت، دلیل اور ثبوت۔

وَالْفَجْرِ ۝١ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝٢ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝٣ وَالَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ۝٤ هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ ۝٥ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝٦ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝٧

(سُورۃُ الفجر۔ آیت ۱ تا ۷)

تشریح الفاظ: وَالْفَجْرِ: اِس فجر سے مُراد صُبح ہے۔

لَيَالٍ عَشْرٍ: دس راتوں سے مُراد حج کی راتیں ہیں۔ ہمارے ہاں حج کو بڑی اہمیت حاصل ہے اِس لئے کہ تمام مُسلمانانِ عالم کے نُمائندے ایک لباس میں ایک مرکز پر جمع ہو کر ہر سال اپنی طاقت، وحدت اور تنظیم کا مُظاہرہ کیا کرتے ہیں۔

الشَّفْعِ: جُفت اعداد

الْوَتْرِ: وہ اعداد جو دو پر تقسیم نہ ہو سکیں۔ یعنی "آحاد"۔ جس طرح کہ ایک سے ایک مِل جائے تو گیارہ بن جاتے ہیں اِسی طرح آغازِ اِسلام میں مُسلمان مُنظّم و مُتّحد ہو کر ایک مُہیب طاقت بن گئے تھے اور آج مُنتشر ہو کر پِٹ رہے ہیں۔ اعداد کے ذِکر میں اِس حقیقت کی طرف بھی اِشارہ مقصود ہے کہ مُسلم الجبرا کے موجد ہوں گے۔ اِنقلابِ زمانہ دیکھئے کہ آج یُونیورسٹی اِمتحانات میں مُسلمانوں کی کثرت حساب ہی میں فیل ہوتی ہے۔

اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ: تمام عرب اِرم بن سام کی اولاد ہیں اور عاد و ثمود اسلاف عرب تھے جو عراق سے ہجرت کر کے عرب میں پہنچے تھے۔ عرب کی ایک شاخ عمالقہ کے سوا باقی تمام شاخیں مٹ چکی ہیں۔ یہ عمالقہ عراق و مصر پر ۳۴۶۰ ق م سے ۲۸۱ ق م تک حکمران رہے اور رُعاۃ کہلائے۔ عراق پر مختلف زمانوں میں مختلف اقوام حکمران رہیں۔ مثلاً ماربین، کلدانی، اشوری، دولۃ البابلیۃ اولیٰ۔ موخرالذکر پر خالص عربوں کی حکومت تھی جس کے فرمان رواؤں کی تعداد گیارہ تھی۔ اُن میں سے ایک کا نام حمورابی تھا، جو مسیحؑ سے تئیس سو برس پہلے گزرا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ اُسی عہد میں پیدا ہوئے تھے۔ اُس کی حکومت کے ضابطہ قوانین (جس میں دو سو براسی قوانین ہیں) کا ایک نسخہ ۱۹۰۱ء میں بلاد سوس میں دستیاب ہوا تھا۔ یہ پتھر کی سات قدم لمبی ایک سِل پر مسماری حروف میں منقوش تھا۔ طسم اور جدیس بھی اُنہی عربوں میں سے تھے۔

عاد و ثمود ۳۳۴۰ ق م میں عرب میں داخل ہوئے اور یمن میں ایک حکومت کی بنیاد ڈالی جو دولۃ معینین کے نام سے مشہور ہوئی۔ حکومت سبا رحیر کی حکومت سے بڑی تھی۔ اُس کے دو سو تینتیس کتبے ایک انگریز سیاح ہیلف کے ہاتھ لگے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکومت خلیج فارس سے بحرابیض کے سواحل تک پھیلی ہوئی تھی اور اُسے آخر میں قحطانیوں نے تباہ کیا تھا۔

بعض مورخین کا خیال ہے کہ اہرام مصر عادی فرمانرواؤں کے تیار کردہ ہیں اور غالباً اس آیت اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ میں عماد سے مراد یہی اہرام مصر ہیں۔

ترجمہ آیت: صبح رسالت کا طلوع، تنظیم و اتحاد کی دس راتیں، آحاد و ازواج کا سلسلہ اور کفر کی بیتی ہوئی رات شاہد ہے۔ کیا

اَہلِ دَانِش کے لئے یہ شہادت کافی نہیں کہ بدکار کا انجام بُرا ہو گا،
کیا تُم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے مِینار بنانے والے عاد اِرم کے ساتھ
کیا سلُوک کیا تھا۔

مطلب یہ ہے کہ صُبح رِسالت طلُوع ہو چکی ہے۔ مُسلمان ایک مرکز پر جمع ہو کر مُتحِد ہو رہے ہیں۔ ایک سے دو اور دو سے چار بن رہے ہیں۔ عُلوم وفنُون کی بُنیاد ڈال رہے ہیں۔ کُفر وشِرک کی ظُلمتیں پھٹ رہی ہیں تو کیا اِن حالات میں وہ اَقوام زِندہ رہ سکتی ہیں جن میں تنظیم نہیں، وحدت نہیں، رَسُولِ مقبُول جیسا کوئی رہبر نہیں اور عُلوم کی طرف توجہ نہیں؟ اہلِ دَانش کو یہ یقین تھا کہ یہ تمام اَقوام عاد اِرم کی طرح پھٹ جائیں گی اور آخر ایسا ہی ہُوا۔

جس طرح ایک کے عَدد سے لاتنَاہی اَعداد بنے اور اُس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اِسی طرح ایک خُدا سے لاکھوں قسم کے مَوجُودات نِکلے اور پھر بھی وہ ایک کے ہِندسے کی طرح بے تغیّر و تبدّل مَوجُود ہے۔

ایک کا کوئی جُزو نہیں اور نہ دِیگر غیر متنَاہی اَعداد میں اُس کی کوئی اور مِثال مَوجُود ہے۔ بَس یہی حَال اللہ کا ہے کہ غیر مُنقسِم بھی ہے اور بے مِثَال بھی۔

ایک کا عَدد تمام دِیگر اَعداد کا مَنبع ہے، اُسے مِٹا دِیجئے تو دِیگر اَعداد خُود بخُود مِٹ جائیں گے لیکن اگر باقِی تمام اَعداد مِٹ جائیں تو بھی ایک کا عَدد باقِی رہے گا، یہی تعلّق خُدا اور کائنات کا ہے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝

(سُورۃُ الرحمٰن۔ آیت ۲۶ تا ۲۷)

تمام مَوجُودات فنا ہو جائیں گے لیکن بُزرگ و برتر رَب باقِی رہے گا۔

الذّٰاریات

جب آفتاب پانی پر چمکتا ہے تو پانی بخارات کی صورت بدل کر اوپر چلا جاتا ہے، وہاں سے برستا ہے تو زمین پر ہر سو چمن زار کھل جاتے ہیں۔ دریاؤں، نالوں اور ندیوں میں طغیانی آجاتی ہے۔

رسول ایک آفتاب ہوتا ہے جو انسانی دنیا پر چمک کر قابل، کارکن اور سلیم الفطرت افراد و اقوام کو اخلاقی، تمدنی و سیاسی بلندیوں پر پہنچا دیتا ہے، جہاں سے وہ باران رحمت بن کر برستے ہیں۔ ہر طرف لالہ زار کھل جاتے ہیں اور کاہل و بے کار لوگ خس و خاشاک کی طرح اس سیلاب میں بہہ نکلتے ہیں۔

آغاز آفرینش سے اب تک ضابطۂ اخلاق ایک رہا ہے۔ گو صحف مقدسہ کی بعض فروعی ہدایات ایک دوسرے سے مختلف تھیں لیکن اصول سب کے ایک تھے۔ فضا میں کروڑوں بڑے بڑے آفتاب گزرگاہوں پر نہایت تن دہی سے گھوم رہے ہیں ان کی حرکات ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن سب کے سب ایک ہی آئین کو نباہ رہے ہیں اسی طرح تمام انبیائے کرام بعض فروعی اختلافات کے باوجود ایک ہی امر عظیم کی طرف دعوت دیتے رہے اور ایک ہی آئین کو مختلف عبارتوں اور زبانوں میں پیش فرماتے رہے اگر حرکات نجوم کے اختلاف پر نکتہ چینی کی کوئی گنجائش نہیں تو پھر مصلحین کرام کی مقدس تعلیم پر جہاں اختلاف محض جزوی و فروعی ہے، یہ سر پھٹول کیوں ہو؟

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ① فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ② فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ③ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ④ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ⑤ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ⑥

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝ اِنَّكُمْ لَفِىْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝

(سُورَۃُ الذّٰارِیَات۔ آیت ۱تا ۸)

قسم ہے اُن ہواؤں کی جو ذرّات کو تکوینِ باراں کے لئے اُڑا لے جاتی ہیں جو بادلوں کی ایک دُنیا کندھوں پر لئے پھرتی ہیں جو کسی روک ٹوک کے بغیر چلتی اور ہر طرف قطراتِ باراں کو تقسیم کرتی پھرتی ہیں کہ تم سے جو وعدے کئے گئے ہیں وہ پُورے ہوں گے اور جزا و سزا کا آئین پُورا ہو کر رہے گا۔ مُختلف گزرگاہوں والے آسمان کی قسم کہ تم تعلیم انبیاءَ کے مُتعلّق خواہ مخواہ اِختلاف میں پڑے ہُوئے ہو۔

الطُّور

حضرت مُوسیٰؑ کوہِ طُور پر اِس لئے تشریف لے گئے تھے کہ نجاتِ اِنسانی کا ضابطہ حاصل کریں اور اِسی مقصد کے لئے ہزار ہا انبیاءَ گلۂ آدم کی طرف مبعُوث ہُوئے تھے۔ کعبہ کی تعمیر کا مقصد بھی یہی تھا کہ طبقاتِ اِنسانی ایک مرکز پر جمع ہو کر وسائلِ امن و سلام پر غور کریں۔ یہ فضاؤں میں سیّاروں کا مُحیّر العقُول نِظام ہماری تربیت کے لئے ہے۔ بُطنِ زمین میں کھولتے ہُوئے سمندر اِسی لئے رکھے گئے ہیں کہ وقتاً فوقتاً اُبل کر مکنُوناتِ ارضی کے ذخائر ہم تک پہنچائیں۔

کہو کہ کیا اِن بے شمار نعمتوں کو اِستعمال کرنے والے اِنسان سے اُس کے اعمال کا حساب نہیں لیا جائے گا؟ کیا ضوابطِ انبیاءَ کے مُنکر اِستعمالِ کعبہ سے نا آشنا، آفتاب و ماہتاب کے پکائے ہُوئے پھل کھا کر غافل سو جانے والا اِنسان پاداشِ عمل سے بچ جائے گا؟ ہرگز نہیں!

وَالطُّوْرِ ۙ۝۱ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ۝۲ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۙ۝۳ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۙ۝۴ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۙ۝۵ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۙ۝۶ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ۝۷ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۙ۝۸

(سُورۃ الطُّور۔ آیت ۱ تا ۸)

کوہِ طُور کی قسم کھُلے کاغذات میں لکھی ہُوئی کتاب (قرآن اور دیگر صحائف جو اتحادِ تعلیم کی وجہ سے ایک ہی کتاب سمجھے جاتے ہیں) کی قسم، آبادِ کعبہ کی قسم، اُس بُلند آسمان اور اُبلتے ہُوئے سمندر کی قسم کہ اللہ کا عذاب آیا ہی چاہتا ہے، جِسے روکنے والا کوئی نہیں۔

وَالنَّجم

جس طرح ہر ستارہ انسانی دُنیا کا رہبر ہے، اُسی طرح آنحضرت ﷺ ابنِ آدم کے ہادی و مُعلّم تھے۔ جس طرح ستارہ نُور وضیاء کا منبع ہے اُسی طرح آنحضرت نُورِ ہدایت کے مصدر تھے جس طرح ستارہ اپنی گزرگاہ پر سیدھا جاتا ہے اُسی طرح رسُول اللہ کے مُعین کردہ صراطِ مُستقیم پر سیدھے چلتے رہے جس طرح کہ ہر ستارے کی حرکت پر ایک نگران موجود ہے اُسی طرح آنحضرت ﷺ بھی اللہ کی نگرانی میں تھے اور جس طرح ستارہ غرُوب تو ہوتا ہے لیکن فنا نہیں ہوتا اُسی طرح آنحضرت ﷺ بعد از مرگ بھی اپنی بے پناہ تعلیم اور کروڑوں نام لیواؤں کی بدولت زندہ ہیں۔ آپ ﷺ نے جس عظیم الشان شہنشاہیت کی بُنیاد ڈالی تھی، اُس کے چند در و دیوار بدستُور موجُود ہیں۔ آپ ﷺ کی بنائی ہُوئی بین الملی جمہوریت آج پھر زندہ ہو رہی ہے اور دُنیا چوٹ کھا کر آپ ﷺ کے

اُصولوں کی طرف دوبارہ لوٹ رہی ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝١ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝٢ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝٣ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝٤

(سُورۃُ النّجم۔ آیت ۱ تا ۴)

هَوٰى کے معنی لغت میں طلوع و غروب ہر دو ہیں۔

هوى هوياً اذا غرب وهوياً اذا علا و صعد۔

ترجمہ: ''قسم ہے ستارے کی جب وہ اُفق سے نکل کر اپنی گزرگاہ پر سیدھا چل پڑے کہ تمہارا دوست (رسول ﷺ) اپنی سیدھی راہ سے ذرّہ برابر نہیں بھٹکا۔ وہ تم سے کوئی من گھڑت باتیں نہیں کہتا بلکہ ہمارا دیا ہوا پیغام سناتا ہے۔''

ایک اِرادت مند یا سعادت مند شاگرد اپنے اُستاد کے اخلاق و اطوار سے بسا اوقات یہاں تک متاثر ہوتا ہے کہ اُستاد کا اُسوۂ عمل اُس کی زندگی کے ہر پہلو پر چھا جاتا ہے اور ہر بات میں اپنے اُستاد کی نقل کرتا ہے۔

ہمارے سامنے آنحضرت ﷺ جیسا شاگرد ہے اور خود خالقِ کائنات معلّم۔ یہ شاگردی اُستادی کا سلسلہ پہلے بذریعہ نامہ و پیام شروع ہوا اور پھر یہ ایک دوسرے کے اِس قدر قریب آ گئے کہ درمیان میں صرف دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا۔

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝٥ ذُوْ مِرَّةٍ ۭ فَاسْتَوٰى ۝٦ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝٧ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝٨ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝٩ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝١٠

(سُورۃُ النّجم۔ آیت ۵ تا ۱۰)

مُفسّرینِ کرام نے شَدِیدُ القُویٰ سے مُرادِ جبرئیل لیے ہیں اور فاُوحیٰ اِلیٰ عَبدِہٖ میں کا فاعِل اللہ قرار دیا ہے جو محض تکلّف ہے۔ میری ناقص رائے میں اگر شَدِیدُ القُویٰ سے اللہ مُراد لیا جائے تو تفسیر میں زِیادہ حُسن پیدا ہو جاتا ہے اور فاُوحی کا فاعِل بھی تلاش کرنے سے نجات مِل جاتی ہے۔

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کو طاقت ور اور پُرہیبت رب نے تعلیم دِی (پُرہیبت اُستاد سے طلبہ زِیادہ مُستفیض ہوتے ہیں) اللہ ایک بُلند اُفق پر جلوہ فرما تھا جہاں سے وہ نیچے اُترا اور قریب آتا گیا۔ یہاں تک کہ اُستاد شاگرد میں صرف دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا۔ اُس کے بعد اللہ نے اپنے پیارے بندے کو جو سمجھانا تھا، سمجھایا۔[1]

سُورۃُ البلد

(الف) مکہ مکرمہ زمانۂ جاہلیت میں بھی بیتُ اللہ سمجھا جاتا تھا جہاں شِکار، قتل اور جھگڑا ممنوع تھا لیکن اہلِ مکہ اُسی شہر میں آنحضرت ﷺ کو ایذا پہنچاتے تھے۔ اگر دُنیا کے مُقدّس ترین شہر میں ایک مُقدّس ترین اِنسان، اِنسانی دست درازیوں سے محفُوظ نہ رہ سکا تو دُنیا کی باقی بستیوں میں عام اِنسانوں پر کیا بیت رہی ہو گی؟

(ب) اِنسانی وِلادت پر غور کرو، اِنسان ظُلمتِ شکم میں نو ماہ تک رہنے کے بعد کس تکلیف سے جنم لیتا ہے اور کتنی مُصیبتوں کے بعد پلتا ہے۔ زِندگی کا کوئی مرحلہ دُکھ درد سے خالی نہیں، عیال داری کی اُلجھنیں، طلبِ علم و تلاشِ معاش کی صعُوبتیں اور قلبہ رانی و بار برداری کی مُصیبتیں تا دمِ واپسیں نہیں چھوڑتیں۔ تو پھر اِنسان جو

---

[1] فاضِل مُصنّف نے شَدِیدُ القُویٰ سے اللہ مُراد لے کر نہایت مُستحسن اِقدام کیا ہے۔ (البیان)

جفاؤں کا تختۂ مشق بنا ہوا ہے، کیوں نہ ذرا اور دُکھ اُٹھا کر سعادتِ جاوداں کی گھاٹی پر چڑھنے کی کوشش کرے۔ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿١١﴾

(ج) انسان کی تمام زندگی تلاشِ سکون میں کٹ جاتی ہے لیکن یہ نعمت اُسے پھر بھی حاصل نہیں ہوتی تو معلوم ہُوا کہ انسانی سعادت وشقاوت کی باگ ڈور کسی اور طاقت کے ہاتھ میں ہے۔

أَيَحْسَبُ أَن لَّن يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ ﴿٥﴾

(سورۃ البلد۔ آیت ۵)

(د) انسان ہمیشہ شکایت کیا کرتا ہے کہ اُس نے لاکھوں رُوپے کمائے لیکن اطمینان کی دولت سے پھر بھی محروم رہا۔ کاش اُسے معلوم ہوتا کہ اطمینان فراوانیِ دولت سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ نعمت اعضاء وجوارح کے صحیح استعمال سے میسّر ہوتی ہے۔ اعضاء کا صحیح استعمال کیا ہے؟ اُس کا جواب صحفِ سماویہ کے علاوہ خود انسانی ضمیر میں بھی موجود ہے۔

وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ: ہم نے انسان کو سعادت وشقاوت کی دونوں راہیں دکھادی ہیں۔

(ہ) دُنیا کے بڑے بڑے مُصلح بے شمار جسمانی اذیتیں سہتے اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے لیکن پھر بھی خوش تھے۔ یہ اس لئے کہ وہ اعضاء کا صحیح استعمال کرنے کے بعد اطمینانِ قلبی کی نعمت سے بہرہ ور ہو چکے تھے۔

لَا أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ ﴿١﴾ وَأَنتَ حِلٌّ بِهَٰذَا الْبَلَدِ ﴿٢﴾ وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ ﴿٣﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي كَبَدٍ ﴿٤﴾ أَيَحْسَبُ أَن لَّن يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ ﴿٥﴾ يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ﴿٦﴾ أَيَحْسَبُ أَن لَّمْ يَرَهُ

اَحَدٌ ۞ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۞ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۞ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۞ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۞ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۞ فَكُّ رَقَبَةٍ ۞ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۞ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۞ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۞ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۞ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۞ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۞ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۞

(سُورۃُ البلد۔ آیت ۱ تا ۲۰)

قسم ہے مکّہ کی اور تم مکّہ میں عنقریب فاتحانہ داخل ہوا چاہتے ہو (پیش گوئی) اور قسم ہے جَننے والی ماں اور جَنے ہوئے بچّے کی ہم نے اِنسانوں کو دُکھوں میں پیدا کیا ہے اِنسان کا یہ خیال کہ اُس پر کسی کو قدرت حاصل نہیں، غلط ہے۔ وہ چلاتا ہے کہ اُس نے بے شمار دولت ضائع کی لیکن اُسے چین نہ مِلا کیا وہ سمجھتا ہے کہ اُس کی کوششوں پر کوئی نگران موجود نہیں؟ وہ کیوں اَپنے اعضاء کو صحیح طور پر اِستعمال نہیں کرتا؟ کیا ہم نے اُسے دو آنکھیں، زبان اور ہونٹ بِلاوجہ عطا کیے ہیں؟ اور سعادت وشقاوت کی دو راہیں دِکھانے کی خواہ مخواہ تکلیف کی ہے؛ افسوس کہ اِنسان مسرّت پائیدار کی گھاٹی پر نہ چڑھا۔ جانتے ہو کہ یہ گھاٹی کیا ہے؟ غُلام افراد و اَقوام کو آزاد کرانا، رِشتہ دار یتیموں اور خاک آلود مسکینوں کو ایّامِ قحط میں کھانا کِھلانا اور دُنیا کو صبر وشفقت کا درس دینا کہ یہی لوگ نجات پائیں گے اور ہمارے احکام کی مخالفت کرنے والے عذابِ جہنّم کا شکار بنیں گے۔

الشمس

فلاحِ اِنسانی کا اِنحصار تزکیۂ دِل و دِماغ ہے۔ یہ تزکیہ اَعمالِ حسنہ اور مُطالعۂ فِطرت سے حاصِل ہوتا ہے۔ آفتاب و ماہتاب کی نور پاشیاں اور ارض و سما کے دِیگر مناظر کا مُطالعہ انسانی دِل و دِماغ پر وہ کیفیت خشیہ و حیرت طاری کر دیتا ہے کہ طائرِ تخیّل اِن جمیل فضاؤں کو چیر کر خیامِ قُدس تک پُہنچنے کے لئے بے تاب ہو جاتا ہے جس طرح حُسنِ کائنات آفتاب کا رہینِ منّت ہے، اُسی طرح بزمِ اِنسانی کی رونقیں تزکیۂ دِل و دِماغ پر موقوف ہیں جس طرح بادل نورِ آفتاب کو روک لیتے ہیں، اُسی طرح گناہوں کی ظلمتیں انوارِ نفس کو ڈھانپ لیتی ہیں اور دُنیائے دِل ایک ظلمت کدہ بن کر رہ جاتی ہے۔ اَعمالِ حسنہ میں سب سے بڑا عمل مطالعۂ کائنات ہے کہ اِس سے جہاں اِنسان کی مخفی طاقتیں بے حجاب ہوتی ہیں وہاں فِطرت کا سب سے بڑا راز یعنی اللہ متلاشی نِگاہوں کے سامنے اَفشاء ہو جاتا ہے۔

كُنتَ كَنزاً مخفياً فارَدتُ اِنْ اعرَفَ فخلَقتُ ادَم (حدیث)

مَیں ایک مخفی خزانہ تھا، مَیں نے بے حِجاب ہونا چاہا اِس مقصد کے لئے اِنسان کو پیدا کر دیا۔

چُونکہ فِطرت میں ہر سُو نہایت حسین و جمیل مناظر بکھرے پڑے ہیں جن میں سے ہر ایک پر معبود ہونے کا دھوکا ہو سکتا ہے، اِس لئے پیروے ابراہیمؑ کو مُطالعہ کائنات کے وقت ابراہیمی نظر سے کام لینا ہو گا، نہ کہ مُشرکانہ سطحیت سے کہ کبھی چاند کے سامنے سر جھکا دیا اور کبھی سُورج کے سامنے۔

فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾

(سُورۃ آلِ عمران۔ آیت ۹۵)

تم خدا پرست ابراہیم کے پیچھے چلو اور یاد رکھو کہ وہ مشرک نہ تھا۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ﴿۱﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ﴿۲﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ﴿۳﴾ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ﴿۴﴾ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ﴿۵﴾ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ﴿۶﴾ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ﴿۷﴾ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ﴿۸﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ﴿۹﴾ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ﴿۱۰﴾

(سُورۃُ الشّمس۔ آیت ۱ تا ۱۰)

آفتاب، ضیائے آفتاب اور اُس کے پیچھے پیچھے چلنے والے ماہتاب کائنات کو بے نقاب کر دینے والے دِن، روشنیوں پر حجاب پھینکنے والی رات، ارض و سما کے حسین و جمیل مناظر اور اِنسان کی فطرتِ کاملہ (جسے ہم نے گناہ ثواب کی تمام راہیں بتا دی ہیں) کی قسم کہ تزکیۂ نفس باعثِ فلاح اور آلودگی نفس باعثِ خسران و نامُرادی ہے۔

اللّیل

ہماری زمین فضائی دُنیاؤں کے مُقابلے میں ایک ذرہ ویمقراطیسی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ جب رات مناظرِ ارضی کو ڈھانپ لیتی ہے تو پہنائے فلک کی لامتناہی دُنیاؤں کو عُریاں کر دیتی ہے اِس کے برعکس اگر دِن زمینی نیرنگیوں کو حجاب کرتا ہے تو گردُوں کے لاتعداد عوالم کو نِگاہوں سے اوجھل کر دیتا ہے۔

موت زِندگی کی شام ہے جس کے آتے ہی اِس دُنیا کے مناظر اوجھل ہو جائیں گے اور وہ تمام اسرار جو نصفُ النّہار حیات میں چشمِ بینا سے نہاں تھے، عیاں ہو جائیں گے۔

تھیں بَنَاتُ النَعش گردُوں دِن کے پردوں میں نہاں
شب کو اُن کے جی میں کیا آئی کہ عُریاں ہو گئیں
(غالب)

اللّیل

لَیل و نہار اور مونث و مذکر کا اِختلاف دراصل ایک اَکمل واَجمل نِظام کا حامِل ہے جس طرح یہ اِختلاف حُسنِ فِطرت ہے اُسی طرح قبائلِ اِنسانی کے تنوّع سے بزمِ اِنسان کی بہار قائم ہے اقوام کا عمل، منہج، تمدّن اور رنگ تفکّر ایک دُوسرے سے جُدا جُدا ہے۔ اِسی اِختلاف سے رُوحِ مُقابلہ زِندہ ہے۔ ایک قوم کے عرُوج سے دوسری میں رَشک پیدا ہوتا ہے اور اگر آج یہ جذبہ سرد پڑ جائے تو اِنسانوں کی دُنیا ڈھوروں کی دُنیا بن کر رہ جائے۔ اقوام و افراد ایک دُوسرے سے آگے نِکلنے کی کوشش ترک کر دیں اور ہر سینے میں چراغِ جستجو بُجھ جائے۔

کامیابی کوشش کا نام ہے جو لوگ تعمیری کوششوں میں جانی و مالی اِیثار سے کام لیتے ہیں وہ کامران بن جاتے ہیں اور جو اِن قربانیوں سے دُور بھاگتے ہیں اُنہیں پیس دیا جاتا ہے۔

وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى ① وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى ② وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى ③ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ④ فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى ⑤ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ⑥ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرٰى ⑦ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ⑧ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ⑨ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرٰى ⑩ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدّٰى ⑪

(سُورۃُ اللّیل۔ آیت ۱ تا ۱۱)

سیاہ رات، روشن دن اور مونث و مذکر کے اختلاف کی قسم کہ تم انسانوں کے اعمال میں اختلاف ہے۔ جس قوم یا فرد نے مالی قربانی کی، نافرمانی کے نتائج سے ڈرا اور حسنات کو اختیار کیا تو اُسے راحت و سعادت نصیب ہوگی اور جس نے بخل سے کام لیا، قوانین فوز و فلاح سے بے پروائی برتی اور ہر اچھی ہدایت کو جھٹلایا تو ہم اُسے مصائب کا شکار بنا دیں گے اور اُس کی دولت اُسے تباہی سے نہیں بچا سکے گی۔

الضحیٰ

حدیث میں مذکور ہے کہ کچھ عرصے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول بند ہو گیا تھا اس سے آپ ﷺ کی طبیعت مکدر رہنے لگی اور کفار طعنے دینے لگے کہ لو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ختم ہو گئی ہے۔ کچھ عرصے کے بعد یہ سورت نازل ہوئی۔

جس طرح دنیا میں لیل و نہار کا سلسلہ قائم ہے اور ہر دو الٰہی رحمت ہیں اسی طرح وحی کا نام یوم رسالت اور رُک جانا شب رسالت ہے اور ہر دو رحمت ہیں۔

جس اللہ نے ایک یتیم پر اس قدر نوازشیں کیں کہ اُسے پالا، دشمنوں سے بچایا، تاج رسالت سر پر رکھا اور چوپان سے سلطان عالم بنا ڈالا تو کیا آئندہ کے لئے اُسے اپنی نوازشوں سے محروم کر دے گا۔

وَالضُّحٰی ① وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ② مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ③ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ④ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ⑤ اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ⑥ وَوَجَدَکَ ضَآلًّا

فَهَدٰى ۞ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۞ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۞ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۞ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۞

(سُورۃُ الضُّحٰی۔ آیت ۱ تا ۱۱)

روزِ روشن اور شبِ سیاہ کی قسم کہ اللہ نے نہ تو تمہیں رُخصت کیا اور نہ وہ ناراض ہے تمہارا انجام آغاز سے بہتر ہوگا (دُنیا نے دیکھ لیا کہ یہ پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی) اور تمہیں یوں کامیاب بنائے گا کہ تم خُوش ہو جاؤ گے تم ایک یتیم تھے ہم نے تمہیں اپنی پناہ میں لیا، تم اِصلاحِ قوم کے وسائل سوچنے میں حیران تھے اور اُسی ایک خیال میں کھوئے تھے "ضُآلاً" ہم نے تمہیں فوز و فلاح کے گُر بتائے۔ "فھدٰی" تم فقیر تھے اور ہم نے علم و سلطنت دے کر تمہیں دولت مند بنایا (تم یتیم رہ چکے ہو) اِس لئے یتیموں پر رحم کھایا کرو۔ سائل کو مت ڈانٹو اور الٰہی نعمتوں کا ہر جگہ ذِکر کیا کرو۔

التِّین

اِنجیر (تین) سریعُ الہضم، مُحلِل بلغم، گُردوں کو صاف کرنے والا اور مثانہ کی ریت بہالے جانے والا میوہ ہے، طُور مشہُور پہاڑ ہے جہاں حضرت کلیم کو اللہ سے شرفِ ہمکلامی حاصِل ہُوا تھا۔ پہاڑ عمُوماً معادِن کے خزانے ہوتے ہیں لیکن طُور مقامِ وحی بھی تھا، مکّہ مولدِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم اور مقامِ کعبہ ہے۔

اگر اللہ میوؤں، پہاڑوں اور شہروں کو مَنبعِ برکات بنا سکتا ہے تو کیا اِنسان کی تخلیق ہی ناقص ہونا تھی۔

سرزمینِ بابل میں انجیر کی کثرت تھی اور یروشلم کے گردونواح میں زیتون کی فراوانی۔ طُور کا تعلق حضرت موسیٰؑ اور مکّہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اِن چار چیزوں کا ذِکر فرما کر اللہ نے ہمیں اِن چار انبیاء علیہم السّلام کی طرف متوجّہ کیا جو کفرستان میں پیدا ہونے کے باوجود اپنی بہترین فِطرت کی بدولت شمُوسِ ہُدیٰ بن کر چمکے۔ اگر اِنسان کی فِطرت ناقص ہوتی تو یہ مُصلِحینِ کرام اِس تارِیک ماحول اور گُناہ آلُود دُنیا میں بآں آب و تاب کیونکر جلوہ گر ہوتے۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ① وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ② وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ③ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ④

(سُورۃُ التّین۔ آیت ۱ تا ۴)

(سرزمین) تین و زیتون اور طور و مکّہ کی قسم کہ ہم نے اِنسانوں کو بہترین فِطرت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

العلق

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ① خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ② اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ③ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ④ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ⑤

(سُورۃُ العلق۔ آیت ۱ تا ۵)

عَلَّمَ الْاِنسَان میں اگر قلم کو علم کا فاعل سمجھا جائے تو تفسیر میں زیادہ حُسن پیدا ہو جاتا ہے یعنی قلم نے اِنسان کو وہ کچھ سکھایا جس سے وہ ناآشنا تھا۔ ظاہر ہے کہ تہذیب و تمدّن کا اِرتقاء قلم کا رہینِ منّت ہے۔ اگر اسلاف کے افکار ہم تک بذریعہ قلم نہ پہنچتے تو ہم بدستور تہذیب کے اِبتدائی مراحل میں ہوتے۔

یہ وہ پہلی آیات ہیں جو آنحضرت ﷺ پر غارِ حرا میں نازل ہوئی تھیں۔ غور فرمایئے کہ اس پہلے سبق ہی میں کس زور سے کائنات کی طرف متوجہ کیا جارہا ہے کہ تم اُس رب کے نام سے پڑھو جس نے جونک سے اِنسان بنایا۔

اِنسان ماں کے رِحم میں ایک مرحلے پر جونک تھا۔ رفتہ رفتہ اِنسان بنا اور پھر مختلف مدارج تہذیب و تمدن سے گزر کر سلطنت و نبوت کے درجے تک پہنچا تو کیا یہ ممکن نہیں کہ جاہل عرب وحشت و بربریت کی ظلمتوں سے نکل کر فلاح و ہدیٰ کے جلوہ زاروں میں جا پہنچیں؟

ہم والد کی تعظیم اِس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمارا مربی اور بظاہر رزّاق ہے اُستاد کے سامنے اِس لئے جھکتے ہیں کہ وہ اِخلاقی معلم ہے اور مرشد کا ادب اِسلیے کہ وہ ہادی و رہبر ہے۔ اللہ تعالیٰ میں یہ تمام اوصاف بدرجہ کمال موجود ہیں۔ وہ ہمارا خالق و رازق بھی ہے، ہادی و رہبر بھی ہے اور معلم و مربی بھی۔ اِس لئے وہ بہت زیادہ تعظیم کے قابل ہے۔ وَرَبُّکَ الْاَکْرَم۔

اللہ نے قلم کی قسم کھائی اور انسانی ذہن و زبان کو نظر انداز کر دیا حالانکہ تحریر اِحساساتِ ذہنی ہی کی تصویر ہوتی ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ ذہنی تصوّرات مٹ جاتے ہیں اور تحریر باقی رہتی ہے۔ بہ دیگر الفاظ قلم اِنسانی افکار کا محافظ ہے اور اِس لئے اُسے بہت اہمیت حاصل ہے۔ یہ آیات ایک طرح کی پیش گوئی معلوم ہوتی ہیں کہ عرب بہت جلد سیاست و تمدن کی منازل طے کرنے کے بعد دُنیا کے معلم و ہادی قرار پائیں گے اور دُنیا نے دیکھ لیا کہ یہ بشارت کس طرح دُرست نکلی۔

ترجمہ آیت: پڑھ اور اس اللہ کا نام لے کر پڑھ جس نے اِنسان کو پہلے جونک اور پھر اِنسان بنایا۔ اُس معزز و منظم رب کا نام لے

کر پڑھ جس نے قلم کو علم دیا اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جس سے وہ نا آشنا تھا۔

اَلقدر

قدر کے معنی لغات میں یوں دیئے گئے ہیں:

تقدیر، تکوین، تقسیم، تعین، فیصلہ، اندازہ وغیرہ۔

قرآنِ حکیم کا نزول بلا ریب تقسیم نعمت، تعیین صراط اور تکوینِ ملت کا پیغام تھا۔ بدکرداروں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا اٹل فیصلہ اور باطل اقوام کے لئے دنیوی اور اخروی کامرانیوں کا پُرزور اعلان تھا۔ اس مختصر بداین صحیفے کا مقصد سطحِ ارضی پر ایک زبردست اخلاقی وسیاسی انقلاب برپا کرنا تھا۔ پست کو بلند اور بلند کو پست بنانا تھا۔ اس لئے یہ کہنا غلط نہیں کہ قرآنِ کریم کا نزول ایک ایسی رات میں ہوا جو اقوامِ عالم کے لئے ایک فیصلہ کن رات تھی۔ قیصر و کسریٰ کے زوال اور پیروانِ رسول ﷺ کے عروج وارتقاء کی رات تھی۔ اس رات کے پردوں میں سے سینکڑوں انقلابات و ہیجانات اقوامِ مستقبل کو جھانک رہے تھے۔ نظمِ کہن ٹوٹ رہا تھا اور نظامِ نو کا آفتاب پوری شان وشکوہ کے ساتھ افقِ انسانیت سے طلوع ہو رہا تھا۔

اس وقت کفر وعصیاں کی شبِ تاریک تمام عالم پر محیط تھی اور اس رات کے آخری حصے میں قرآنی روشنیاں الہامی بلندیوں سے برسنا شروع ہوئیں تو جو رات کہ اہلِ زمین کی طرف آسمانی برکات کی بشارتیں لے کر آئی تھی وہ یقیناً ہزار مہینوں سے بہتر تھی۔

خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝

اَلْفِ شَهرٍ (ہزار ماہ) سے مُراد زمانہ جاہلیت ہے۔ یوں تو یہ زمانہ کئی سو سال لمبا تھا، لیکن آخری اَسّی برس ہر لحاظ سے نہایت تاریک تھے۔ اَلفجر آنحضرت ﷺ نے ایک نوجوان قوم کی بُنیاد ڈالی تھی۔ ہر چیز زندگی کے مختلف مراحل طے کرنے کے بعد کامل بنتی ہے۔ گندم کا پودا چھ ماہ اور آم کا درخت آٹھ برس کے بعد مکمل ہوتا ہے۔ اقوام کی رفتارِ عروج بہت زیادہ صبر آزما اور سُست ہوتی ہے۔ برطانیہ نوسو برس کے بعد ایک طاقتور سلطنت کا مالک بنا اور یہی حال دیگر اقوام کا ہے۔

اِس حقیقت سے ایک عالم آشنا ہے کہ خاندانِ اُمیّہ کے آخری دور میں اسلامی سلطنت کی سرحدیں مشرق میں مُلتان اور مغرب میں رودِ بار انگلستان تک پھیل چکی تھیں۔ علوم وفنون کے چشمے پھوٹ رہے تھے اور بڑے بڑے محدّث، منجّم، مؤرّخ اور فلسفی اُبھر رہے تھے۔ پھر جب خاندانِ عبّاسیہ برسرِ اقتدار آیا تو علوم کا گویا ایک سیلاب اُمنڈ پڑا۔ ہزارہا اہلِ قلم نے جنم لیا اور لاکھوں کتابیں تصنیف ہُوئیں۔ یہی وہ زمانہ تھا کہ بغداد میں بہتّر دارالکتب موجود تھے اور بقول ڈاکٹر ڈریپر (معرکہ مذہب وسائنس) زبیدہ والدہ امین کی ذاتی لائبریری میں چھ لاکھ کتابیں تھیں۔ ایک مرتبہ مامون اور شاہ رُوم کے درمیان جنگ چھڑ گئی جس میں مؤخّر الذکر کو شکست ہوئی۔ مامون کی علم نوازی دیکھئے کہ صرف ایک کتاب (المُجیطی) لے کر ساری سلطنت شکست خوردہ بادشاہ کو واپس دے دی۔ اِس دورِ نہضت میں علم کی سب سے زیادہ خدمت اہلِ ایران نے سرانجام دی تھی۔ عُلماء، اطباء، حکماء اور فلاسفہ کی ایک کثیر تعداد ایرانی تھی اور اس طرح آنحضرت ﷺ کا وہ ارشاد بھی پُورا ہو کر رہا کہ

لَوْ کَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رَجُلٌ مِنْ اَھْلِ فَارِس

اگر علم ثُریّا میں بھی ہوگا تو ایران کا مرد اُسے اُتار لائے گا۔

تو یہ تھی وہ صبح، جس کا ظہور کوفہ و بغداد سے ہوا تھا۔

علم کے بغیر کوئی حکمران قوم مہذب نہیں بن سکتی۔ تاتاریوں نے تھوڑی سی مدت میں تمام اسلامی ممالک کو روند ڈالا تھا لیکن بے علم تھے۔ اس لئے مورخ انہیں بدستور وحشی، غیر مہذب اور جاہل لکھتا ہے۔ علم افراد و اقوام ہر دو کی زینت ہے اور یہی وہ آفتاب ہے جس سے اُن کی شب تیرہ منور ہوتی ہے۔

إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ۝١ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ ۝٢ لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝٣ تَنَزَّلُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝٤ سَلَٰمٌ هِىَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ ٱلْفَجْرِ ۝٥

(سورۃ القدر۔ آیت ۱ تا ۵)

ہم نے یہ قرآن ایک فیصلہ کن رات میں نازل کیا۔ جانتے ہو کہ یہ شب فیصلہ کیا ہے؟ یہ رات گزشتہ ہزار ماہ سے بہتر ہے۔ اس میں الٰہی حکم سے فرشتے نازل ہو رہے ہیں اور زندگی زمین پر اُتر رہی ہے۔ یہ رات امن و سلام کا پیام لے کر آئی ہے اور طلوعِ سحر تک باقی رہے گی۔

العادیات

گھوڑوں کا خالق اللہ ہے اور اللہ ہی نے اُن کی غذا پیدا کی۔ انسان صرف اتنا کرتا ہے کہ کھیت سے چارہ لا کر گھوڑے کے آگے ڈال دیتا ہے۔ گھوڑا اس چھوٹی سی مہربانی کا بدلہ یوں ادا کرتا ہے کہ مالک کی خاطر دوڑتے دوڑتے ہانپ جاتا ہے۔ سنگلاخ زمینوں میں یوں گرم سیر ہوتا ہے کہ اُس کے سُموں سے شرارے پھوٹنے لگتے ہیں۔ برچھیوں اور بھالوں کی پروا نہ کرتے ہوئے صفوف

اَعدا پر ٹوٹ پڑتا ہے اور گرد و غبار کے طوفانوں کو چیر کر نکل جاتا ہے۔ دُوسری طرف اِنسان کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے پیدا کیا۔ نعمتِ عقل عطا فرمائی۔ اُس کی پرورش کا حیرت انگیز سامان فراہم کیا اور آفتاب و ماہتاب تک اُس کے قبضے میں دے دیئے۔ لیکن پھر بھی یہ سرکش کا سرکش ہی رہا اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کا اِتنا مُعاوضہ بھی ادا نہ کر سکا جتنا گھوڑا اپنے مالک کی چھوٹی سی نوازش کا کیا کرتا ہے۔

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۙ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ۙ﴿۲﴾ فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ﴿۴﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ﴿۶﴾

(سُورۃُ العادیات۔ آیت ۱ تا ۶)

قسم ہے اُن گھوڑوں کی جو دوڑتے ہُوئے ہانپ جاتے ہیں جن کے سُموں سے آگ نکلتی ہے جو صُبح دم دُشمن پر دھاوا بولتے ہیں جو گرد و غبار کی آندھیاں اُٹھا کر صفُوفِ اَعدا میں جا گھُستے ہیں کہ اِنسان اپنے ربّ کا یقیناً باغی ہے۔

العصر

دفاترِ تاریخِ اِنسانی زیاں کاریوں، ناکامیوں اور تباہیوں سے لبریز ہیں۔ سینکڑوں اقوام دُنیا میں اُبھریں، پھلیں، پھُولیں اور جُونہی آئینِ فطرت سے دُور ہٹیں تو فطرت نے اُنہیں پیس کر رکھ دیا۔

وَالْعَصْرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾

(سُورۃُ العصر۔ آیت ۱ تا ۳)

تاریخِ عالم شاہد ہے (وَالعصر) کہ اِنسان ہمیشہ ناکامی و نامرادی کا شکار رہا۔ ہاں وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو اِلٰہی قانون پر عمل پیرا ہو گئے۔

الفیل

ابرہہ بن الصباح نے صنعا میں ایک ''کعبہ'' بنوایا جس کا نام قلیس رکھا اور لوگوں کو اُس کعبے کے طواف پر مجبور کیا۔ ایک منچلا رات کے وقت موقع پا کر اُس ''کعبے'' میں پاخانہ کر گیا۔ جس پر ابرہہ بھڑک اُٹھا اور ایک طاقتور فوج (جس میں ۱۳ ہاتھی بھی تھے) لے کر کعبے کو گرانے کی ٹھان لی۔ کہتے ہیں کہ مکہ کے قریب پہنچ کر ہاتھی رک گئے۔ اگر اُنہیں صنعا کی طرف متوجہ کیا جاتا تو چل پڑتے ورنہ بیٹھ جاتے۔

مکّہ کے پاس عبدالمطلب (آنحضرت ﷺ کے جدِ امجد) کے دو سو اُونٹ چر رہے تھے جنہیں ابرہہ نے پکڑ لیا۔ جب عبدالمطلب اُنہیں چھڑانے کے لئے آئے تو ابرہہ کہنے لگا۔

''تم قریش کے سردار ہو اور کعبہ کے متولی بھی۔ تم کو معلوم ہے کہ میں کعبہ گرانے آیا ہوں۔ حیرت ہے کہ تمہیں اُونٹوں کی تو فکر ہے لیکن کعبہ کی کوئی فکر نہیں۔''

عبدالمطلب نے کہا ''میں صرف اُونٹوں کا مالک ہوں اِس لئے مجھے اُنہی کی فکر ہونی چاہئے۔ باقی رہا کعبہ تو اُس کا بھی ایک مالک ہے جو مجھ سے بہت زیادہ طاقتور ہے وہ خود اُس کی فکر کرے گا۔''

اِتنے میں خاص قسم کے پرندے منہ میں کنکر لئے آ پہنچے۔ یہ کنکر ہاتھیوں، گھوڑوں اور سپاہیوں کے جسم سے سیدھے پار نکل جاتے تھے۔

یہاں دو معمے حل طلب ہیں۔ (۱) پرندوں کا پتھر لے کر آنا (۲) پتھروں سے گھوڑوں وغیرہ کا ہلاک ہو جانا۔ پہلا معمہ بدستور حل طلب ہے اور اِنسانی علم

ابھی اِس راز سے نقاب اُٹھانے میں کامیاب نہیں ہو سکا اور دُوسرے مُعمّے کو آج قانونِ اُفتاد نے حل کر دیا ہے۔

قانونِ اُفتاد

اگر ہم ہوائی جہاز سے جو دس ہزار فٹ کی بُلندی پر اُڑ رہا ہو، ایک پتّھر ٹپکائیں تو کششِ ارضی کی وجہ سے ہر ثانیہ کے بعد اُس پتّھر کی رفتار بڑھتی چلی جائے گی۔ حساب کرنے کے بعد ہم اِس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ رفتار پہلے سیکنڈ میں صرف ۳۲ فٹ، دُوسرے میں ۶۴، تیسرے میں ۹۶ اور چوتھے میں ۱۲۸ فٹ ہو گی۔

اُصول یہ ہے:

۱ سیکنڈ	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x	x
۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲
۳۲	۶۴	۹۶	۱۲۸	۱۶۰	۱۹۲	۲۲۴	۲۵۶	۲۸۸	۳۲۰	۳۵۲	۳۸۴

اگر ہم ایسی بُلندی سے پتّھر ٹپکائیں کہ اُسے زمین تک آتے آتے دو منٹ لگ جائیں تو آخری سیکنڈ میں اُس کی رفتار ۳۸۴۰ فٹ ہو گی یعنی بندوق کی گولی کی رفتار سے تقریباً نصف۔

اگر پرندوں نے ایسی بُلندی سے کنکر ٹپکائے ہوں جہاں سے زمین تک پُہنچنے میں دو اڑھائی منٹ صرف ہو گئے ہوں تو ظاہر ہے کہ اُن کنکروں کی رفتار زمین کے قریب چار پانچ ہزار فٹ فی ثانیہ ہو گی جو اِنسانوں اور حیوانوں کی ہلاکت کے لئے کافی سے زیادہ ہے۔

وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ

سِجِّيْلٍ ﴿۴﴾ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ﴿۵﴾

(سُورۃُ الفِیل ۔ آیت ۳ تا ۵)

اللہ نے اُن پر پرندوں[1] کے ڈار بھیجے جو اُن پر کنکر برساتے تھے اور اِس طرح اللہ نے انہیں کھائے ہوئے چارے کی طرح روند کر رکھ دیا۔

حکایت

ایک رات خواب میں حضرت اقبالؒ اور سرسید احمد خانؒ سے مُلاقات ہُوئی۔ علامہ اقبالؒ مجھے فرمانے لگے۔ ''ذرا الفیل کی تفسیر تو سُناؤ'' میں نے تعمیلِ ارشاد کی تو سر ہلا کر اظہارِ پسندیدگی فرمایا اور اُس کے بعد میری آنکھ کھُل گئی۔

خاتمۂ سُخن

ہر ابتداء کی اِنتہا ہے اور آج ''دو قرآن'' طباعت کی چودہ منازل طے کرنے کے بعد انجام تک آ پُہنچی۔ اِس طویل عرصے میں بیسیوں خطوط اطرافِ مُلک سے موصول ہُوئے۔ کسی میں مُعجزاتِ تکوین و تدوین کی اُن ایمان افروز تفاصیل پر مجھے شاباش دی گئی تھی اور کسی میں میری کوتاہیوں کو بے حجاب کیا گیا تھا۔ میں اُن ہر دو قسم کے بزرگوں کا بے حد شُکر گزار ہوں۔ اوّل الذکر کا اِس لئے کہ اُنھوں نے میری اِس حقیر تحریر کو قابِلِ توجہ سمجھ کر میری حوصلہ افزائی فرمائی اور موخّر الذکر کا اِس لئے کہ اُنھوں نے نہایت خلوص و مُحبت سے مجھے سیدھی راہ دکھائی۔ چُونکہ بحث میں اُلجھنا میرا ذاتی وطیرہ نہیں اِس لئے ایک آدھ خط کا میں نے جواب

---

[1] عموماً اس کے معنی سیاہ رنگ کا چھوٹا سا پرندہ سمجھے جاتے ہیں جس کے سینے کے پر سفید ہوتے ہیں اس معنی کے لحاظ سے یہ ''اردو'' کا لفظ ہے ''عربی اَبابیل'' اِبالہ کی جمع ہے جو ''اِبلِ'' سے مُشتق ہے۔ اُس کے معنی ہیں مُتفرق گروہ۔ ڈاروں کے ڈار، اُونٹوں کا بڑا گلہ۔)

نہیں دیا اِس بداِخلاقی کی معافی چاہتا ہوں۔

صحیفۂ کائنات کے بے شمار پہلو تشنۂ تکمیل رہ گئے ہیں کچھ تو خوفِ طوالت سے نظر انداز کردیئے گئے اور کہیں میری کم علمی و بے بضاعتی حائل تھی۔ مَیں نے طلبۂ کائنات کو راہ دِکھائی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ مجھ سے کوئی زیادہ باہمت تمام پہلوؤں پر اِس قدر روشنی ڈال سکے کہ متلاشیانِ علم کی تشنگی فرو ہو جائے۔

مَیں سائنس کا طالبِ علم نہیں ہوں۔ اِس لئے ممکن ہے کہ بعض مسائلِ طبیعی کو مَیں نے غلط بیان کردیا ہو لیکن بقولِ سعدیؒ

چو "قولے" پسند آیدت از ہزار
بمروِی کہ دست از تعنت بدار

میرے محترم بھائی علامہ غلام احمد پرویز صاحب نے شکایت کی تھی کہ مضمون بہت لمبا ہو چلا ہے اور ممکن ہے کہ بعض دِیگر قارئینِ "البیان" بھی مجھے کوستے ہوں، لیکن

لذیذ بودِ حکایت دراز تر گفتم

شعرائے عرب جب کسی موضوع پر نظم لکھتے تھے، تو محبوبہ کی تعریف سے شروع کیا کرتے تھے۔ بعض اوقات اُس موضوع پر چند اشعار ہوتے تھے اور محبوبہ کی تعریف میں تین چوتھائی سے زیادہ۔ جب کعب ابنِ زبیر رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں ۵۵ اشعار کا قصیدہ مدحیہ پیش کرتا ہے تو محبوبہ کی شان میں ۴۰ اشعار کہہ جاتا ہے۔

طرفہ اپنی ناقہ کی تعریف میں ۲۹ اور عبید بن ربیعہ ۳۱ اشعار لکھ جاتا ہے۔ یہی حال امراءُ القیس، عمر بن کلثوم اور دِیگر شعرائے عرب کا تھا۔ اگر آپ ﷺ اُن شعراء کی اِس بے ربطی کو برداشت فرماتے رہے۔ اگر آپ ﷺ کشاف، معالم التنزیل، بیضاوی اور جلالین کی صرفی ونحوی موشگافیوں، علامہ فخرالدین رازی کی منطقیانہ نکتہ سنجیوں اور بعض دِیگر مفسرین کی فقہی مطلب طرازیوں کو گوارا کرتے

رہے تو مجھے اُمید ہے کہ الٰہی صنائع پر میری اِن بے ربط تفاصیل کو بھی برداشت فرمائیں گے۔

ایک ہرے بھرے کھیت میں ایک زمیندار اپنے بیل کے ساتھ داخل ہوتا ہے وہاں ایک ماہرِ اقتصادیات اور ایک عالمِ نباتات پہلے سے موجود ہیں۔ اب یہ تمام اُس کھیت کو مختلف زاویہ ہائے نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ بیل صرف آزادی کا منتظر ہے کہ مالک ٹلے اور وہ اُس لہلہاتی ہوئی کھیتی سے پیٹ بھرے۔ زمیندار اندازہ لگا رہا ہے کہ اِس دفعہ کتنا قرضہ بے باق ہو جائے گا۔ ماہرِ اقتصادیات یہ سوچ رہا ہے کہ اِس سال اِس مُلک کی خوشحالی پر اچھی فصلوں کا کیا اثر پڑے گا اور عالمِ نباتات اُن پودوں کے عناصرِ ترکیبی اِختلافِ الوان، زمینی بیکٹیریا اور پتّوں کی حیرت انگیز مشین پر غور کر رہا ہے۔

قرآنِ حکیم کھیتی کی طرح ہے، کسی نے اُس کو متصوفانہ نگاہ سے دیکھا، کسی نے اُس کی سحر بیانی کی تعریف کی۔ واعظ نے اُس میں سے دلچسپ کہانیاں اِنتخاب کیں، مُلا ذکرِ حور و شرابِ طہور پر مست ہو گیا، مُفتیوں نے اُس سے مسائلِ فقہی کا ایک ضابطہ سمجھا، گدی نشینوں نے سجدۂ تعظیمی کے جواز پر آیات ڈھونڈیں۔ راہب نے ترکِ دُنیا کے دلائل پیش کیے اور بعض نے اُسے منتروں، جنتروں اور ٹوٹکوں کی کتاب بنا ڈالا۔ لیکن مجھے اِس کتاب میں اِنسان کی سیاسی، اِقتصادی و اِخلاقی سطوت کے لیے بے بہا گُر ملے۔ میں نے نگارستان کیتی کی اُس میں تفصیل دیکھی اور مجھے حتماً معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے قول و فعل میں مکمل مشابہت ہے۔ کائنات کیا ہے؟ قرآن کی تفصیل اور قرآن کیا ہے، کائنات کا متن۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ○

(سورۃ الزُمر۔ آیت ۲۳)

اللہ نے کتابِ کائنات کی بہترین تفصیل (اَحْسَنُ الحدیث) نازل فرمائی۔ یہ کتاب کائنات سے ہر رنگ میں مشابہ بلکہ اُس کا مثنیٰ (شافی) ہے۔ اُس کے مطالعہ سے اُن (طلبۂ کائنات) کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جن کے دِلوں میں کیفیتِ خشیہ موجود ہے۔

محفلِ گیتی میں شاہدِ ہستی مستور ہے اور مُسلم کا فرض اُسے بے نقاب کرتا ہے۔

مرا دِل سوخت بر تنہائی او
کنم سامان بزم آرائی او
(اقبالؒ)

مَیں نے اُس عروسِ حجلہ نشین کو بے حجاب کرنے کے لئے یہ حقیر سی کوشش کی ہے۔ مَیں کہاں تک کامیاب ہُوا ہُوں مجھے معلوم نہیں۔ ہاں اِس قدر یقیناً معلوم ہے کہ وہ موجود ضرور ہے اور یہ گل و انجم کے جلوے اُسی کے پرتو ہیں۔

دور بینان بارگاہِ است
بیش ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

جس طرح اِس کائناتی رُوح کو خلوت گہ حجاب سے نکال کر جلوہ آرائے محفل بنانا انسانی کوشش کی اِنتہائی منزل ہے۔ اِسی طرح خود انسانی قلب و دماغ میں بھی ایک رنگین دُنیا آباد ہے جس کا ظہور تکمیلِ انسانیت ہے۔

نمود اُس کی نمود تیری
نمود تیری نمود اُس کی
خُدا کو تُو بے حجاب کر دے
خُدا تجھے بے نقاب کر دے
(اقبالؒ)

ختم شد

مَاخَذ

مَیں نے جن کِتَابوں سے زِیَادَہ فَائدہ اُٹھایا ہے اُن کے نَام دَرجِ ذَیل ہیں۔ بعض کُتُب کے صِرف نَام دَرج ہیں۔ مُصَنِّفوں کے نَام حَافِظے سے اُتر گئے ہیں اَور اَب ڈھونڈتا ہوں تو وہ کِتَابیں نہیں مِلتیں۔

1. تَفسِیر جَوَاہِرُ القُرآن۔ ۲۵ جِلد (عَلاَّمَہ جَوہری طَنطَاوِی)
2. طبقاتُ الارض (مَطبُوعَہ اَنجُمَن تَرقّیِ اُردُو ہِند)
3. مِلَلِ قدِیمَہ (مَطبُوعَہ اَنجُمَن تَرقّیِ اُردُو ہِند)
4. اِنسَان اَور چوپایَہ (ڈاکٹر اَیم اَیل سَیٹھی)
5. نَبَاتَات اَور نَبَاتَاتی خُورَاک (ڈاکٹر اَیم اَیل سَیٹھی)
6. اَلقَمر (مَطبُوعَہ اَنجُمَن تَرقّیِ اُردُو ہِند)
7. تَذکِرَہ (عَلاَّمَہ عِنَایَتُ اللہ خَان مَشرِقی)
8. تَفسِیر بَیَانُ القُرآن (سُورَہ فَاتِحَہ) (مَولاَنَا اَبُوالکَلاَم آزاد)

آخر میں اللہ تعالیٰ سے میری دُعاء ہے کہ
وہ اِس کتابچہ سے اُمّتِ مُسلِمہ کو اور طالِبینِ
عُلومِ شَرِیعت کو نفَع پُہنچائے اور مَیں اِبتَداء
میں بھی اور خاتِمہ پر بھی رَبُّ العِزّت کی
حمد کرتا ہُوں اور اُس کے بندے، رَسُول،
پیغمبر اور آخری نَبی صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم پر اللہ
اپنی رَحمتیں اور سلامتی نازِل فرمائے۔ (آمین)

وَمَا عَلَینَا اِلاَّ البَلٰغُ المُبِین.

اَحسَن عبّاس